رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

REG. E.P. NO. 861

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- برکات احمد راجیکی

اسسٹنٹ ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ چھ ۶ روپے فی پرچہ ۲ ؍ ۰

تواریخ ۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸

جلد ۲ | ۷ نبوت ۱۳۳۲ ہش ۔ ۲۶ صفر ۱۳۷۳ ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۱۸

اخبار احمدیہ

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و عافیت کے متعلق تازہ اطلاع ربوہ سے موصول نہیں ہوئی ۔ ایسے حضور مع اہلبیت و بزرگان خاندانِ سلسلہ بخیریت ہیں ۔ احباب اپنے مقدس آقا کی صحت و سلامتی اور نیک مقاصد میں فائز المرام ہونے کے لئے دعائیں جاری رکھیں ۔

اسلام کی خستہ حالت اور اُس کا تقاضا

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

بھاری برسات کے بعد چھوٹی چھوٹی بارشوں کی ضرورت ہے

" اُس بھاری برسات کے بعد جو عہدِ مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو چکی ہے بڑی بارشوں کی ضرورت نہیں رہی ۔ اور وہ مصفا پانی اب تک ضائع بھی نہیں ہوا مگر چھوٹی چھوٹی بارشوں کی ضرورت ہے تا زمین کی تمام سرسبزی میں فرق نہ آجائے سو جس وقت خداوند حکیم و قدیر دیکھتا ہے کہ زمین پر خشکی غالب آگئی ہے اور اس کے باغ کے پودے مرجھائے جاتے ہیں تب ضرور بارش کا سامان پیدا کر دیتا ہے ۔ یہ قدیم قانونِ قدرت ہے جس میں تم فرق نہیں پاؤ گے اسی کے موافق ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ ان دنوں میں بھی اپنے عاجز بندوں پر رحم فرماتا ۔ زمانہ کی حالت کو دیکھو اور آپ ہی ایماناً گواہی دو ۔ کیا یہ وقت وہی نہیں ہے جس میں الٰہی مدد دین اسلام کو ضرورت ہے ؟ "

شریعتِ ربانی پر حملے

اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی ۔ اور جس قدر شریعتِ ربانی پر حملے ہوئے ۔ اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانہ میں بھی مل سکتی ہے ؟ کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملکِ ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا ۔ اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہاں تک کہ جو آلِ رسول کہلاتے تھے ۔ وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم کی گئی دکھا ۔

آخری مصیبت

" پس کیا ابھی اس آخری مصیبت کا وہ وقت نہیں آیا جو اسلام کے لئے دنیا کے آخری دنوں میں مقدر تھا ۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور زمانہ بھی آنیوالا ہے ۔ جو قرآن کریم اور حدیث کی رو سے ان موجودہ فتنوں سے کچھ زیادہ فتنے رکھتا ہوگا ؟

سو بھائیو تم اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو ۔ اور خوب سوچ لو کہ وقت آگیا اور بیرونی اور اندرونی فتنے انتہاء کو پہنچ گئے ۔ اگر تم ان تمام فتنوں کو ایک پلۂ میزان میں رکھو اور دوسرے پلہ کے لئے تمام حدیثوں اور سارے قرآن کریم میں تلاش کرو تو ان کے برابر کیا ان کا ہزارم حصہ بھی وہ فتنے قرآن اور حدیث کی رو سے ثابت نہیں ہوں گے ۔ پس وہ کونسا خاص زمانہ اور کس بڑے دجّال کا وقت ہے جو اس زمانہ کے بعد آئے گا اور فتنہ اندازی کی رو سے اس سے بدتر ہوگا ۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ ان فتنوں سے بڑھ کر قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ میں ایسے اور فتنوں کا پتہ ملتا ہے جن کا اب نام و نشان نہیں یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم ان فتنوں کی نظیر تلاش کرنے کیلئے کوشش کرو یہاں تک کہ اسی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوشش میں مر بھی جاؤ تب بھی قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوگا کہ کبھی کسی زمانہ میں ان موجودہ فتنوں سے بڑھ کر کوئی اور فتنے بھی آنے والے ہیں "

انقلابِ عظیم کا وقت

" سوچو کہ اس زمانہ میں ان بے راہیوں کا کچھ انتہا بھی ہے ! ان آفتوں نے اسلام کے دونوں بازوؤں پر تبر رکھدیا ہے ۔ اے سونے والو بیدار ہو جاؤ ۔ اے غافلو اُٹھ بیٹھو کہ ایک انقلابِ عظیم کا وقت آگیا ۔ یہ رونے کا وقت ہے نہ سونے کا اور تضرّع کا وقت ہے نہ ٹھٹھے اور ہنسی اور تکفیر بازی کا دعا کرو کہ خداوند کریم تمہیں آنکھیں بخشے تا تم موجودہ ظلمت کو بھی بتمام و کمال دیکھ لو اور نیز اس نور کو بھی جو رحمت الٰہیہ نے اس ظلمت کے مٹانے کیلئے تیار کیا ہے ۔ پچھلی راتوں کو اُٹھو اور خدا تعالیٰ سے رو رو کر ہدایت چاہو اور ناحق

حقانی سلسلہ

کے لئے مٹانے کے لئے بددعائیں مت کرو اور منصوبے سوچو خدا تعالیٰ نے تمہاری غفلت اور بھول کے ارادوں کی پیروی نہیں کرتا ۔ وہ تمہارے دماغوں اور دلوں کی بیوقوفیاں تم پر ظاہر کریگا اور اپنے بندہ کا مددگار رہوگا ۔ اور اس درخت کو کبھی نہیں کاٹے گا جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے کیا کوئی تم میں سے اپنے اس پودہ کو کاٹ سکتا ہے جس کے پھل لانے کی اس کو توقع ہے پھر وہ جو دانا و بینا اور ارحم الراحمین ہے وہ کیوں اپنے اس پودہ کو کاٹے جس کے پھلوں کے مبارک دنوں کی وہ انتظار کر رہا ہے جبکہ تم انسان ہو کر ایسا کام کرنا نہیں چاہتے پھر وہ عالم الغیب ہے ، جو ہر ایک دل کی تہ تک پہنچا ہوا ہے کیوں ایسا کام کریگا پس تم خوب یاد رکھو کہ تم اس لڑائی میں اپنے ہی اعضاء پر تلوار مار رہے ہو سو تم ناحق آگ میں ہاتھ مت ڈالو ایسا نہ ہو کہ وہ آگ بھڑکے اور تمہارے ہاتھ کو بھسم کر ڈالے

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۱ تا ۵۴)

مبلغین کرام براعظم افریقہ کی بمبئی میں آمد

از انچارج صاحب دار التبلیغ بمبئی ۔

بتاریخ ۲۵ ؍ اکتوبر ۔ مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ سیرالیون مغربی افریقہ اور مکرم قریشی محمد افضل صاحب مبلغ گولڈ کوسٹ ۔ کراچی سے " Barala " جہاز میں بمبئی پہنچے جہاز چونکہ چند گھنٹوں کے لئے یہاں ٹھہر رہا تھا اس لئے اس موقعہ [illegible] سے ہر دو حضرات ہمارے دار التبلیغ " الحق " میں تشریف لائے ۔ اور کچھ عرصہ قیام کے بعد واپس جہاز پر تشریف لے گئے ۔ اور یہ جہاز ۵ بجے شام لندن کے لئے روانہ ہوگیا ۔ لندن سے ہر دو مبلغ صاحبان اپنے اپنے تبلیغی مرکز میں تشریف لے جائیں گے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کا سفر میں ہر رنگ میں حافظ و ناصر ہو ۔ اور بخیر و عافیت منزل مقصود تک پہنچائے اور تبلیغی و تربیتی مقاصد میں کامیاب و کامران فرمائے ۔ آمین ۔

درخواستہائے دعا

۱ - گذشتہ دنوں جناب مولوی برکات احمد صاحب بی ۔ اے ناظر امور عامہ و ایڈیٹر بدر کو دہلی وغیرہ مقامات کا سفر کرنا پڑا اس سے واپسی پر مورخہ ۲۶/۱۰/۵۳ سے بعارضہ پلورسی (Pleurisy) ذات الجنب صاحب فراش ہیں ۔ تمام احباب سے دعا کی درخواست ہے ۔

(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

۲ - جناب شیخ عبد الحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال کے والد محترم جناب شیخ محمد حسین صاحب پنشنر قانونگو قادیان میں صاحب فراش ہیں ۔ بوجہ پیرانہ سالی زیادہ کمزور ہیں ۔ چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے ۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ سلسلہ کے اس مخلص خادم کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے ۔ آمین ۔

ولادت

مکرم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال قادیان کے ہاں لیڈی ولنگڈن ہسپتال لاہور میں مورخہ ۲۲/۱۰/۵۳ کو لڑکی تولد ہوئی ۔ خدا تعالیٰ نومولودہ کو لمبی عمر عطا فرمائے ۔ اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے ۔ آمین ۔

مکرم عاجز صاحب کے اہل و عیال چند ماہ کے لئے ملاقات کی خاطر پاکستان مقیم ہیں ۔ انہیں واپس لانے کیلئے مکرم عاجز صاحب ۲ ؍ نومبر کو پاکستان تشریف لے گئے ہیں خدا تعالیٰ خیر و عافیت سے واپس لائے ۔ آمین [illegible]

بھائی عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا ۔

قادیان میں جزیرہ مارشس کے دو احمدیوں کا ورود

جزیرہ مارشش کے مخلص احمدی خاندان کے ایک نوجوان محمد شفیعہ صاحب جو مع اپنی اہلیہ کے سات ماہ کی رخصت گذارنے کے لئے پاکستان آئے تھے ایک ماہ ربوہ میں قیام کرنے کے بعد مورخہ ۲/۱۱/۵۳ بروز جمعہ مقامات مقدسہ کی زیارت کی غرض سے قادیان تشریف لائے ہیں۔ اور دس روز قیام فرمائیں گے

مکرمی محمد شفیعہ صاحب بفضلہ تعالیٰ پیدائشی احمدی ہیں۔ آپ کے والد ماجد مکرم عبد المناف صاحب مرحوم نے مارشس میں جانے والے پہلے احمدی مبلغ کے ذریعہ احمدیت قبول کرنے کا شرف حاصل کیا۔ جن کی اولاد دس لڑکے اور سات لڑکیاں ہیں۔ جو سب کے سب خدا کے فضل سے مخلص احمدی ہیں۔

محمد شفیعہ صاحب کی تعلیم میٹرک کیمرج ہے۔ جو ہندوستانی معیار کے مطابق ایف۔ اے کے برابر ہے۔ آپ نے ۳۶ء میں تعلیم سے فراغت پاکر قادیان میں دینی تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ کیا مگر حالات کے ساز گار نہ ہونے کے باعث کمپونڈری کا امتحان پاس کر کے سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ مگر ادائے فرض منصبی ادا کرنے کے بعد آپ اپنا اکثر وقت تبلیغ احمدیت میں گذار رہے ہیں۔ مرکز سے قیمتاً لٹریچر طلب کر کے میلوں، تہواروں اور دیگر اجتماعات میں اسے تقسیم فرماتے ہیں۔

آپ نے بتایا کہ مارشس میں جماعت احمدیہ کے باقاعدہ افراد کی تعداد ڈیڑھ ہزار ہے۔ لیکن جزیرہ کے نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ نے احمدیت سے زیادہ متاثر ہونے کے باعث مردم شماری کے موقع پر اپنے آپ کو احمدی مسلمان لکھایا چنانچہ سرکاری رپورٹ کے مطابق چھ ہزار آٹھ سو کی تعداد ہے۔

جزیرہ مارشش اور احمدیت کی آواز

یہ جزیرہ بحر ہند میں گیارہ سو مربع میل رقبہ پر مشتمل ہے جس پر انگریزی عملداری ہے۔ جہاں فرانسیسی انگریزی اردو گجراتی زبانیں بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔ جزیرہ کی کل آبادی ساڑھے چار لاکھ ہے جس میں ہندو دو لاکھ اسّی ہزار۔ عیسائی ایک لاکھ ساٹھ ہزار اور مسلمان ستر ہزار بستے ہیں۔ مارشس میں احمدیت کی آواز سب سے پہلے ۱۹۱۳ء میں پہنچی اور مکرم ماسٹر محمد نوریا صاحب ایڈیٹر اخبار "اسلامزم" نے احمدیت قبول کی۔ پھر ماسٹر صاحب کی تبلیغ سے بعض اور دوستوں نے اس آواز پر لبیک کہی۔ ۱۹۱۵ء میں اُن کی درخواست پر حضرت امام جماعت احمدیہ نے حضرت صوفی غلام محمد صاحب رضی اللہ عنہ بی۔ اے کو بطور مبلغ بھیجا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے کام میں خاص برکت دی حتیٰ کہ آپ نے ۱۹۱۶ء میں ایک اور مبلغ کا مطالبہ کیا۔ جس پر

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جناب حافظ عبید اللہ صاحب مرحوم پسر حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی کو روانہ فرمایا۔ جو اس خدمت دین کی بجا آوری میں سرزمین مارشس میں دسمبر ۱۹۲۳ء میں وفات پا گئے۔ ۱۹۲۷ء میں صوفی صاحب مرحوم تیرہ سال کی خدمت بجا لانے کے بعد قادیان تشریف لے آئے اور ۱۹۲۸ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مکرم حافظ جمال احمد صاحب کو بطور مبلغ بھیجا۔

آپ اس میدان جہاد میں اکیس سال متواتر خدمت بجا لاتے رہے۔ اور بالآخر دسمبر ۱۹۴۹ء میں اسی جزیرہ میں اپنے مالک حقیقی کے پاس جا پہنچے۔

جون ۱۹۵۱ء میں حضرت حافظ عبید اللہ صاحب مبلغ مارشس کے صاحبزادے جناب مولوی بشیر الدین صاحب کو مع اہل و عیال اس جزیرہ میں فریضہ تبلیغ کی انجام دہی کے لئے

بھیجا گیا اور اب تک خدا کے فضل سے آپ ہی اسلام اور احمدیت کا جھنڈا بلند کئے ہوئے ہیں۔ اور دن رات جماعت کی تبلیغی و تربیتی امور کی نگرانی میں مصروف ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کے کام میں برکت دے۔ اور تمام احمدی حضرات کے اخلاص اور خدمتِ دین کے جذبہ کو بڑھائے۔

اس وقت بیرون ہند میں جماعت کے بیسیوں مشن قائم ہیں اور ہر جگہ احمدیہ ✻

یاد رکھیں:-

۲۰ / نومبر

جلسہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم

یعنی

سیدنا و مولانا حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت کے بیان کی تقریب سعید ہے۔

۶ / دسمبر

یوم التبلیغ

یعنی

احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی امن و سلامتی کی تعلیم کے بارہ میں اپنے گرد و پیش کے احباب کو باخبر کرنے کا دن ہے

۲۶ / ۲۷ / ۲۸ / دسمبر ۱۹۵۳ء

قادیان میں جماعت احمدیہ کا ۶۲ واں

سالانہ جلسہ

جس میں

کثرت سے شمولیت ہندوستانی جماعتوں کیلئے اپنے مرکز کے ساتھ محکم تعلق کا باعث ہے

پس ان تاریخوں کو خوب یاد رکھیں اور ان دنوں سے پورا فائدہ اٹھائیں

خدا تعالیٰ سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔ (ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

افکار و آراء

احمدی ہندوستانی اُن کی بیویاں پاکستانی

قادیان (ضلع گورداسپور) کے احمدی جو تباہی اور قتل و خونریزی کے خوف کا مقابلہ کرتے ہوئے بھی ہندوستان میں رہے ایک عرصہ سے اس کوشش میں تھے کہ اُنکی بیوی بچوں کو قادیان آ کر بیہاں رہنے کی اجازت دی جائے چنانچہ کئی برس تو اُنکے بال بچوں کو ہندوستان آنے کی اجازت نہ دی گئی اور اب انتہائی جد و جہد کے بعد اگر کچھ لوگوں کے بال بچوں کو ہندوستان آنے کی اجازت دی گئی ہے تو ان کو ہندوستان کے شہری حقوق نہیں دیئے گئے۔ چنانچہ یہ واقعہ دلچسپ ہے۔ کہ مرزا وسیم احمد قادیان (ہندوستان) میں رہے۔ یہ ہندوستان کے شہری ہیں مگر ان کی بیوی کو قانون کی تحریف کے باعث پاکستانی قرار دیا گیا ہے اور یہ خاتون بیمار ہونے کی صورت میں بھی گورنمنٹ کی اجازت کے بغیر قادیان سے کسی دوسرے شہر کے ہسپتال میں علاج کیلئے نہیں جا سکتیں۔ حالانکہ دنیا بھر کے ممالک کا قانون یہ ہے کہ اگر کوئی کسی ملک کا رہنے والا کوئی شخص انگریز خاتون سے شادی کرے تو شادی کے بعد اس خاتون کو وہی شہری حقوق مل جاتے ہیں یعنی بین الاقوامی قانون کے مطابق بیوی کو اس ملک کے شہری حقوق حاصل ہوتے ہیں جس ملک کے شہری حقوق اس کے شوہر کو حاصل ہوں مگر ہندوستان اور پاکستان کی حالت یہ ہے کہ یہ ممالک شادی کے بعد بھی بیوی کو شوہروں جیسے شہری حقوق دینے کیلئے تیار نہیں۔

قادیان کے احمدی حضرات نے مولانا ابو الکلام آزاد وزیر تعلیم گورنمنٹ ہند کی معرفت گورنمنٹ آف انڈیا کو ایک میموریل بھیجا ہے جس میں انہوں نے اپنی ان مصائب کا ذکر کرتے ہوئے درخواست کی ہے کہ جن ہندوستانیوں کی بیویاں اور بچے ہندوستان واپس پہنچ چکے ہیں ان عورتوں اور بچوں کو ہندوستان کے شہری حقوق دیئے جائیں۔ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ اس درخواست پر ہمدردی کے ساتھ غور کرے تاکہ ہندوستان کے رہنے والے احمدی اپنے بال بچوں کے ساتھ اطمینان کے ساتھ اپنی زندگی گذار سکیں۔ (ریاست دہلی)

✻ مسلم مشنری اعلاء کلمۃ اللہ میں مصروف ہیں مگر مارشس کو اپنے مخصوص حالات میں جو درجہ تقدم حاصل ہے۔ وہ اس کے نام کے ساتھ ہمیشہ بطور یادگار رہے گا۔ کیونکہ لنڈن مشن کے بعد دوسرے نمبر پر اسی جگہ باقاعدہ مشن کا قیام ہوا۔ جو دوسرے مشنز کی طرح بفضلہ تعالیٰ ترقی پر ہے۔ اللّٰھم زد فزد ✻

دار الامان کا ہفتہ

قادیان ۴ / نومبر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب چند دن کیلئے شملہ تشریف لے گئے تھے آج بخریت واپس تشریف لے آئے

۳ / نومبر کو مرزا محمود احمد بیگ درویش کے ہاں تو ام لڑکیاں پیدا ہوئیں اور بطور احمد صاحب درویش کے ہاں لڑکا تولد ہوا۔ ۴ / نومبر کو مکرم ملک فضل الٰہی صاحب درویش کے ہاں لڑکی تولد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نومولودین کو لمبی عمر عطا فرمائے اور والدین کیلئے قرۃ العین بنائے آمین۔ ۴ / نومبر جناب ڈاکٹر بشیر احمد صاحب انچارج احمدیہ شفا خانہ قادیان چند روز کے لئے پاکستان تشریف لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ بخریت واپس لائے ✻ محمد شیر خاں صاحب ملازم ریلوے ڈیپارٹمنٹ (مشرقی افریقہ) خلف حضرت مولوی عبد القادر صاحب مرحوم لدھیانوی جو چھ سال کے بعد مرکز قادیان کی زیارت کیلئے ربوہ سے ہوتے ہوئے مورخہ ۱۹ قادیان تشریف لائے تھے ۲/۱۱/۵۳ کو ربوہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

خطبہ عید الاضحیہ

مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپکو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے سمجھنے کی عادت ڈالیں

دینی رشتہ دنیوی رشتوں سے بہت زیادہ اہم ہوتا ہے یہی وہ رشتہ ہے جو چھوٹی قوموں کو آگے بڑھاتا

اور

انہیں دنیا پر غالب کردیتا ہے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۱ راگست ۱۹۵۳ء - بمقام کراچی

تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

بوجہ اسکے کہ رستہ میں غالباً ایک جگہ کھانے میں خرابی تھی۔ اور گھی خالص نہیں تھا میرا گلا بیٹھ گیا۔ یہاں آکر بھی ابھی

گلے کی خرابی

برابر چلی جا رہی ہے۔ اور وہ درست ہونے میں نہیں آتی۔ شاید یہاں بھی گھی میں خرابی اور ملاوٹ ہے۔ بہرحال گلے کی سوزش اور آواز کے بیٹھنے اور پھر پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے میں زیادہ دیر تک کھڑا نہیں ہو سکتا۔ یوں تو پاؤں میں ایسی تکلیف نہیں جو کھڑے ہونے میں زیادہ دقت پیدا کر سکے۔ صرف انگوٹھے میں تکلیف ہے۔ اور پاؤں کے دوسرے حصہ پر دباؤ ڈال کر میں کھڑا ہو سکتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی اور تکلیف ہو جائے۔ تو پھر اسے بھی میں محسوس کرنے لگتا ہوں۔ اسی سفر میں میں نے انگوٹھے کی تکلیف کے باوجود ایک لمبا خطبہ دیا تھا۔ جواب تک میں درست نہیں کر سکا۔ کیونکہ اس کا بھی طبیعت پر بوجھ معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال عید الاضحیہ کا خطبہ ایک مسنون خطبہ ہے۔ اور ایک بڑے واقعہ کی یاد دلاتا ہے۔ اس لئے کچھ نہ کچھ تو اس موقعہ کے مناسب حال کہنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی لئے تکلیف کے باوجود میں یہاں آگیا ہوں

قوموں میں

یادگاریں قائم رکھنے کا بڑا بھاری رواج

ہے۔ اور مختلف قومیں اپنی اپنی یادگاریں قائم رکھتی ہیں۔ اوروں کو جانے دو۔ چوہڑوں اور چماروں تک میں یہ احساس پایا جاتا ہے کہ وہ اپنی قومی روایات کو قائم اور زندہ رکھیں۔ اور انہوں نے بھی اپنے لئے کوئی نہ کوئی فخر کی بات نکالی ہوئی ہوتی ہے۔

علم النفس کے ماہرین کا تجربہ ہے۔ کہ انسانی جدوجہد جو اپنے نفس کی بہتری کے لئے کی جاتی ہے۔ اس کو جاری رکھنے اور پوری شان کے ساتھ جاری رکھنے کے لئے جن ذرائع کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ان ذرائع میں سے زیادہ اہم اور مؤثر ذریعہ

ٹریڈیشن یعنی روایات سابقہ

ہوتی ہیں۔ ایک بچہ جب اپنے کام کے لئے اپنی جدوجہد کو لمبا نہیں کر سکتا تو اس کے رشتہ دار اور دوست اور عزیز واقرباء اسے کہتے ہیں کہ ذرا یاد رکھنا تم کن کی اولاد میں سے ہو۔ اور فوراً اس کی طبیعت اصلاح کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنی ناکام جدوجہد کو کامیابی میں بدل دیتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی اس طریق کو استعمال کیا ہے اور اس نے لوگوں کے سامنے ان کے آباء کے کارنامے رکھے ہیں۔ بلکہ

قرآن کریم نے

یہ حربہ دوسرے طور پر استعمال کیا ہے۔ اس نے کفار کے آگے بھی ان کے آباء کے کارنامے رکھے ہیں۔ اور انہیں توجہ دلائی ہے کہ جب تم ایسے ذلیل لوگوں کی نسل میں سے ہو تو تم کیسے کامیاب ہو سکتے ہو۔ اور اس نے مسلمانوں کے سامنے بھی ان کے پیشروؤں کے کارنامے رکھ کر بتایا ہے کہ تم ایسے شاندار پیش رو لوگوں کے قائم مقام ہو تو کس طرح ناکام ہو سکتے ہو۔ جب مسلمان دکھوں اور تکالیف سے گھبراتے تھے تو ان کے سامنے یہ بات پیش کی جاتی تھی کہ تمہارے پیشروؤں نے تم سے زیادہ تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اور جب کبھی دشواریوں نے ان کی ہمتوں کو پست کرنا چاہا تو فوراً ان کے سامنے یہ بات رکھ دی گئی۔ کہ تمہارے پیش رووں کے سپرد جو کام تھے وہ بھی اپنی عظمت کے لحاظ سے کچھ کم نہیں تھے۔ بلکہ بہت بڑے تھے۔ اسی طرح اگر مسلمانوں نے کبھی قربانی کرنے میں سستی دکھائی تو انہیں بتایا گیا کہ پہلے لوگوں نے بھی بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

نے بھی مسلمانوں کو ہمت دلانے کے لئے یہی طریق اختیار کیا تھا۔ چنانچہ جب آپ نے دیکھا کہ مسلمانوں میں ان مصائب و آلام کی وجہ سے جو دشمن کی طرف سے پیدا کئے جا رہے ہیں گھبراہٹ کے آثار نظر آتے ہیں۔ تو آپ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں۔ جن سے یہ سلوک کیا گیا کہ انہیں کھڑا کر کے ان کے سروں پر آرہ رکھ دیا جاتا اور پھر انہیں چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا۔ مگر پھر بھی وہ اُف تک نہیں کرتے تھے۔ جب انہوں نے ان سخت مشکلات کو برداشت کر لیا تو تم کیوں برداشت نہیں کر سکتے۔ غرض ٹریڈیشن یا کسی قوم کے بزرگوں کی سابقہ روایات اس قوم کو ہمت دلانے اور اسے سیدھے راستہ پر قائم رکھنے میں بڑی محد ہوتی ہیں۔ چنانچہ دیکھو ہماری ٹریڈیشن تو

سورۂ فاتحہ سے

شروع ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ دعا سکھلاتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ اے خدا تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ وہ رستہ جو منعم علیہ لوگوں کا تھا۔ اور جس پر چلکر وہ لوگ کامیاب ہوئے۔ یہ منعم علیہ گروہ ہی ہے جسے قرآن کریم نے مسلمانوں کا آباؤ اجداد قرار دیا ہے۔ دینوی آباء دنیوی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور روحانی آباء روحانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خالصتاً نسلاً بعد نسلٍ بغیر کسی شبہ کے ابراہیمؑ کا پوتا ہو۔ لیکن ابراہیمؑ کی خوبیوں اور اسکے کمالات سے اسے کچھ نہ ملا ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ ایک شخص نسلی لحاظ سے ابراہیمؑ سے سینکڑوں سال کا فاصلہ رکھتا ہو اور اس کا کوئی باپ دادا ابراہیمؑ کی اولاد میں سے نہ ہو۔ لیکن سو یا دو سو یا ہزار پشتوں کے بعد پھر بھی وہ

ابراہیمؑ کی اولاد

میں سے ہو۔ کیونکہ ابراہیمؑ یہودیوں کا باپ نہیں تھا۔ ابراہیمؑ خلیفۃ اللہ تھا۔ اور خلیفۃ اللہ ہونے کے لحاظ سے وہی اس کی نسل تھی۔ جو خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم بار بار مسلمانوں کو ابراہیمی طریق پر چلنے کی ہدایت دیتا ہے اور ابراہیمؑ کے طریق عبادت کو اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم خود کہتا ہے کہ انبیاء سابقین میں سے کوئی نبی بھی ایسا نہیں۔ جو ساری دنیا کی طرف بھیجا گیا ہو۔ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی ایک ایسے وجود ہیں۔ جو ساری دنیا کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے ابیض و اسود اور احمر و اصفر سب کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ اور مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں کوئی شخص ایسا نہیں جو میرے دائرۂ ہدایت سے باہر ہو مگر اسکے باوجود جب اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ابراہیمؑ کی اتباع کا حکم دیتا ہے تو

اس کے معنے

یہ ہیں کہ ان کی جسمانی نسل سے نہیں بلکہ ساری دنیا سے خطاب کرتا ہے اور روحانی لحاظ سے ساری دنیا کو ابراہیمؑ

کی نسل میں سے قرار دیتا ہے۔ ورنہ ابراہیمؑ صرف ایک قوم کی طرف آئے تھے۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ بلکہ ایک قوم بھی نہیں صرف ایک قبیلہ تھا۔ جس کی طرف ابراہیمؑ بھیجے گئے تھے بلکہ اگر ہم بائیبل کے بیان کو دیکھیں تو ایک قبیلہ بھی نہیں صرف ایک خاندان تھا۔ جس کی ہدایت کے لئے وہ مبعوث ہوئے پس یہ کہنا کہ وہ شخص جو صرف ایک خاندان کی طرف آیا تھا تم اس کے نقشِ قدم پر چلو بتاتا ہے کہ تم کو اس کا خاندان قرار دیا جاتا ہے۔ اور تم بھی آئندہ ابراہیمی نسل میں سے ہو۔ غرض قرآن کریم نے ہمارے لئے

ہمارے بزرگوں کی روایات

کو زندہ رکھا ہے۔ اگر ہم ان روایات کو یاد رکھیں تو ہمارے اخلاق اور ہماری ہمت اور ہمارے حوصلہ کو بڑھانے میں یہ بات بہت کچھ مدد دے سکتی ہے یہ بات جو میں نے تمہارے سامنے بیان کی ہے۔ یہ علم النفس کے لحاظ سے نہایت ہی اہم ہے۔ اتنی اہم کہ انسان کے اخلاق اور اس کے کردار کو بالکل بدل دیتی ہے۔ میں نے تمہیں یہ نکتہ بتایا ہے کہ عید آتی ہے۔ تو لوگ کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ نے بڑی قربانی کی۔ لوگ کہتے ہیں۔ اسمٰعیلؑ نے اپنی جان خدا تعالیٰ کے لئے دے دی۔ جس وقت لوگ کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ نے بڑی قربانی کی اور

جس وقت لوگ کہتے ہیں

کہ اسمٰعیلؑ نے بڑی قربانی کی۔ تو دوسرے الفاظ میں وہ یہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ کہ سامی نسل کے ایک انسان ابراہیمؑ نے بڑی قربانی کی یا سامی نسل کے ایک انسان اسمٰعیلؑ نے بڑی قربانی کی۔ وہ اس سے یہ نتیجہ نکال رہے ہوتے ہیں۔ کہ وہ بھی انسان تھے۔ اور ہم بھی انسان ہیں۔ اگر وہ ایسی قربانی کر سکتے تھے۔ تو ہم کیوں نہیں کر سکتے۔ مگر جو بات میں نے بیان کی ہے اس کے نتیجہ میں جب ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ ابراہیمؑ نے بڑی قربانی کی یا اسمٰعیلؑ نے بڑی قربانی کی۔ تو وہ یہ نہیں سمجھتا۔ کہ ایک سامی نسل کے انسان ابراہیمؑ نے بڑی قربانی کی۔ یا ایک سامی نسل کے انسان اسمٰعیلؑ نے بڑی قربانی کی۔ بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے دادا ابراہیمؑ نے بہت قربانی کی۔ اور تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ میرے باپ اور دادا کہنے اور کسی نسل کے ایک باپ اور دادا کہنے میں

کتنا عظیم الشان فرق ہے

ایک شخص سمجھتا ہے کہ سامی نسل کا ایک انسان تھا۔ جس نے یہ قربانی کی۔ وہ بھی انسان تھا۔ اور میں بھی انسان ہوں۔ اگر یہ کام کر سکتا ہے تو میں بھی یہ کام کر سکتا ہوں لیکن دوسرا شخص سمجھتا ہے۔ کہ مجھے قرآنی اصطلاحات نے ابراہیمؑ کی اولاد میں سے قرار دیا ہے۔ مجھے قرآنی اصطلاحات نے اسماعیل کی اولاد میں سے قرار دیا ہے پس ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے جو کچھ کیا۔ سامی نسل کے لئے نہیں کیا۔ بلکہ میرے باپ اور میرے ایک دادا نے یہ کام کیا اور میں بھی اس کا نمونہ اپنے اندر رکھتا ہوں۔ جو شخص

وہ نقطۂ نگاہ سے

ابراہیمؑ کی قربانی کو دیکھتا ہے۔ اس کے جذبات بالکل اور ہوتے ہیں۔ لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات حدیثوں میں پڑھتے ہیں یہ حدیثیں شیعوں کی بھی ہیں۔ اور سنیوں کی بھی ہیں۔ لیکن جب شیعوں کی حدیثیں پڑھی جائیں۔ تو ان میں یہ لکھا ہوتا ہے۔ کہ ہمارے نانا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں کہا۔ یا ہمارے دادا علیؓ نے یوں کہا۔ اب جس شان کے ساتھ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نانا اور علیؓ کو دادا کہنے والے راوی کا قول نظر آتا ہے اس شان کے ساتھ کسی دوسرے راوی کا قول کہاں نظر آسکتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں

درود میں بھی یہی تعلیم

دی گئی ہے۔ چنانچہ اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد میں یہی بتایا گیا ہے کہ ہر مسلمان کو اپنی ذہنیت ایسی بدل لینی چاہئے۔ کہ وہ اپنے آپ کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے سمجھنے لگے۔ جب ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ الٰہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پر فضل نازل کر تو ظاہر ہے کہ اس جگہ آل سے مراد صرف نسل نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر وہ شخص ہوتا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلقۂ غلامی میں شامل ہوتا ہے۔ آخر انسان کا کوئی فقرہ اس کے عام طریق کار اور معمول سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ یا تو ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی دعا نظر آنی چاہئے۔ جس میں آپؐ نے عام مسلمانوں کو باہر رکھا ہو۔ اور صرف اپنی نسل کو شامل کیا ہو۔ یا پھر ہمیں سمجھنا چاہئے۔ کہ اس جگہ آل سے صرف جسمانی آل مراد نہیں بلکہ روحانی آل مراد ہے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے اور اپنے خاندان کے لئے کوئی الگ دعا نہیں کی۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد میں سارے مسلمانوں کو شامل کیا گیا ہے۔ اور آل سے صرف جسمانی آل مراد نہیں۔ بلکہ روحانی آل مراد ہے اور روحانی آل جسمانی آل سے کم نہیں ہوتی۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عملاً اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ جب

صلح حدیبیہ کا موقع

آیا۔ تو عرب لوگوں نے یہ دیکھ کر اگر ہم مسلمانوں کو عمرہ سے روکیں گے۔ تو سارے عرب میں ہماری بدنامی ہوگی۔ اور دوسری طرف اگر ہم نے ان کو اندر آنے دیا۔ تو لوگ سمجھیں گے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زور سے داخل ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک درمیانی طریق نکالا۔ کہ ہم آپس میں صلح کر لیں۔ اور اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کے لئے آنے کی اجازت دیں۔ چنانچہ انہوں نے عرب کا ایک بڑا سردار صلح کے لئے بھجوایا۔ وہ

اتنا بڑا سردار تھا کہ سارا عرب اس کی عزت کرتا تھا۔ اور وہ اتنا مخیر تھا کہ مکہ کا کوئی ایسا نہیں تھا۔ جو اس کے احسان کے نیچے نہ ہو۔

مکہ والے جانتے تھے

کہ جب یہ سردار گیا تو مسلمان جو محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ ان کی آنکھیں اس کے سامنے نیچی ہو جائینگی۔ چنانچہ وہ آیا اور اس نے محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔ بات کرتے وقت جیسے گاؤں کے لوگوں اور زمینداروں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کی داڑھی کو اپنا ہاتھ لگاتے ہیں۔ اس نے بھی متکبرانہ لہجہ میں کہا کہ جانتے ہو۔ میری کیا حیثیت ہے۔ میں سارے عرب کا سردار ہوں۔ تم

کچھ تو میرا لحاظ کرو

اور دیکھو میں تمہاری داڑھی کو ہاتھ لگاتا ہوں کہ میری عزت کا خیال کرو۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی کی طرف بڑھایا۔ اس پر ایک صحابی رضؓ نے زور سے اپنی تلوار کا کندہ اس کے ہاتھ پر مارا اور کہا اپنا ناپاک ہاتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک داڑھی کو مت لگا۔ اس نے اوپر کی طرف دیکھا کہ یہ کون شخص ہے اور اسے پہچان کر کہنے لگا۔ کہ تم فلاں ہو۔ کیا تم میں بھی جرأت ہے کہ تم میرے ہاتھ کو اپنی تلوار کے کندہ سے ہٹاؤ۔ کیا تمہیں میرے فلاں فلاں احسانات یاد نہیں رہے۔ چونکہ اس صحابی کا خاندان اس سردار کا ممنونِ احسان تھا۔ اس لئے جب اس نے یہ فقرہ سنا۔ تو پیچھے ہٹ گیا۔ وہ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوا۔ اور اس نے کہا۔ میں بزرگ ہوں بڑی عمر گزار چکا ہوں۔

تم زمانہ کے حالات کو سمجھو

یہ لوگ جن میں سے کوئی کسی قبیلہ کا آدمی ہے۔ اور کوئی کسی جگہ کا آدمی۔ یہ تمہارے کیا کام آسکتے ہیں۔ آخر اپنے خاندان کے آدمی اور اپنے بھائی ہی کام آیا کرتے ہیں۔ تم ان کے لئے اپنے بھائیوں سے نہ لڑو۔ اور دیکھو میں تمہیں یہ بات کہتا ہوں۔ اور پھر اس نے آپؐ کی داڑھی کو ہاتھ لگانا چاہا۔ اس پر ایک اور شخص آگے بڑھا۔ اور اس نے اپنی تلوار کا کندہ اس کے ہاتھ پر مارا۔ اور کہا اپنے ناپاک ہاتھ پیچھے ہٹا۔ اس نے پھر اوپر کی طرف آنکھ اٹھائی اور پہچان کر کہنے لگا۔ کیا تم میں جرأت ہے کہ میرے ساتھ ایسا سلوک کرو کیا جانتے نہیں میں کون ہوں اور میرے تم پر کتنے احسانات ہیں۔ اس پر وہ بھی شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ غرض کہ وہ بار بار زور دیتا کہ اپنے خاندان کے لوگوں سے نہیں لڑنا چاہیئے ان کے تعلقات دوسروں کے قائمقام نہیں ہو سکتے۔ یہ لوگ منہ سے تو باتیں کرتے ہیں۔ مگر اتنی محبت نہیں

رکھ سکتے۔ جتنی محبت رشتہ دار رکھا کرتے ہیں۔ اس وقت

ایک ایک صحابی کے دل میں

جوش آتا تھا۔ کہ ہم اسے پیچھے ہٹائیں۔ مگر وہ سب کے سب مجبور تھے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں یہ احساس تھا۔ کہ اس شخص کے ہم پر احسانات ہیں۔ تب صحابہؓ کہتے ہیں اس وقت ہمارے دل میں

دعا کا جوش

پیدا ہوا۔ اور ہم نے کہا۔ خدا اب کسی ایسے بندے کو آگے لائے۔ جس پر اس کا احسان نہ ہو۔ تب ایک شخص آگے بڑھا۔ اور جب پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی کو ہاتھ لگانے کے لئے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ تو اس نے ایک سخت لفظ استعمال کر کے جو میں خطبہ میں دہرا نہیں سکتا۔ مگر بخاری میں موجود ہے زور سے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اور اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیکر پیچھے ہٹا دیا۔ اور کہا کہ اپنا ناپاک ہاتھ پیچھے ہٹا۔ اس نے آنکھیں اٹھائیں یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ کون شخص ہے۔ اور پھر اس نے اپنی آنکھیں نیچی کر لیں۔ اور کہا کہ میں تجھے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ میرا تجھ پر کوئی احسان نہیں۔ یہ نیا شخص ابوبکرؓ تھا۔ گویا سارے صحابہؓ میں سے صرف

ایک ابوبکر رضؓ ہی تھے۔

جن پر اس کا کوئی احسان نہیں تھا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ سارے اسکے احسانوں کے نیچے دبے ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے وہ کچھ کہہ نہیں سکتے۔ تو انہوں نے سمجھا کہ اب میرا کام ہے کہ میں آگے آؤں تو رشتہ داروں کی محبت اور ان کے فوائد بتانے کا واقعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں موجود ہے مگر پھر وہی لوگ جن کے متعلق پنجابی محاورہ کے مطابق کہا جاتا تھا کہ یہ وَن وَن کی لکڑی ہے (مختلف جنگلوں کی لکڑی ہے) انہوں نے اپنے اخلاص اور فدائیت کا وہ نمونہ دکھایا۔ جس کی نظیر دنیا میں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ حقیقت یہی ہے کہ وہ وَن وَن کی لکڑی تھی اور وَن کی لکڑی کارآمد نہیں ہوتی۔ اگر تم نے اچھا فرنیچر تیار کرنا ہو۔ اور مختلف قسم کی لکڑیاں تمہارے پاس ہوں۔ کوئی دو سال کی ہو۔ کوئی پانچ سال کی ہو۔ کوئی دس سال کی ہو۔ کوئی سو سال کی ہو۔ اور پھر کوئی شیشم کی ہو۔ کوئی کیکر کی ہو۔ کوئی گیلی ہو اور کوئی سوکھی۔ تو کبھی تم اس سے

اچھا فرنیچر

تیار نہیں کر سکتے۔ اچھے فرنیچر کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ایک جگہ اور ایک عمر اور ایک ہی قسم کی لکڑی ہو۔ اگر مختلف جنگلوں سے مختلف قسم کی لکڑی کاٹ کر لائی جائے تو عمدہ فرنیچر نہیں بن سکتا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت سے اور آپؐ کی

دعاؤں اور روحانیت کی برکت سے

وہی جو مختلف جنگلوں کی کاٹی ہوئی لکڑیاں تھیں ان

میں اتنا اتحاد پیدا ہو گیا۔ کہ کوئی رشتہ دار اپنی محبت کا اس قسم کا نمونہ نہیں دکھا سکتا۔ جس قسم کا نمونہ اُنہوں نے دکھایا۔

اسلام کی سخت ترین جنگوں میں سے ایک غزوۂ احزاب ہے۔ عام طور پر مسلمان چونکہ تاریخ کا مطالعہ نہیں کرتے۔ اس لئے وہ بدر اور احد کی تفصیلات سے تو واقف ہوتے ہیں۔ لیکن احزاب سے نہیں۔ حالانکہ قرآن کریم نے اس پر خاص طور پر زور دیا ہے کیونکہ احزاب کی جنگ ہی ہے۔ جس میں دشمن نے متحدہ طور پر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اور ایسی صورت میں کیا کہ ظاہری مادی لحاظ سے مسلمانوں کا ان کے مقابلہ میں ٹھہرنا بالکل ناممکن نظر آتا تھا۔ مسلمانوں کی تعداد اس جنگ میں صرف بارہ سو تھی۔ جن میں سے پانچ سو مسلمان عورتوں کی حفاظت کے لئے رکھے گئے تھے اور صرف سات سو مسلمان دشمن کے مقابلہ پر کھڑے کئے گئے تھے۔ اور دشمن کی کم سے کم تعداد دس ہزار تھی۔ جسے چوبیس ہزار تک بھی بیان کیا جاتا ہے۔ پھر یہ

سارے عرب کا مقابلہ تھا

مکہ کے تمام قبائل اس میں شریک تھے۔ اور یہودی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ عرب کے ایک ایک قبیلہ کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ تھی پھر اُن کے آپس میں خونی رشتے بھی تھے۔ اور وہ سب مل کر اپنی جان دینے کے لئے تیار اور آمادہ تھے ادھر مسلمانوں کی یہ حالت تھی۔ کہ اُن کے اپنے پہلو میں یہودی لوگ تھے۔ جن سے اُن کا معاہدہ تھا۔ مگر یہ بھی خطرہ تھا۔ کہ وہ کسی وقت کوئی شرارت نہ کر دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ لینے کے بعد شہر کی اُس جہت میں جو بے حفاظت تھی۔ اور جس طرف سے دشمن کے حملہ کا امکان تھا۔ قریباً ایک میل لمبی خندق کھدوا دی تھی۔ مگر مسلمانوں کے پاس چونکہ سامان کم تھا اور آدمی بھی تھوڑے تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ وہ زیادہ لمبی۔ زیادہ گہری اور پھر زیادہ چوڑی خندق نہیں کھود سکتے تھے۔

تاریخ سے پتہ لگتا ہے

کہ وہ خندق جو مسلمانوں نے کھودی۔ اس پر سے ایک اچھا گھوڑ سوار اپنے گھوڑے کو کدا کر آ سکتا تھا۔ پھر مشکل یہ تھی۔ کہ ایک میل لمبے علاقہ کی حفاظت مسلمانوں کے سپرد تھی۔ اور مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو تھی۔ سات سو آدمیوں کا چوبیس گھنٹے متواتر اُس کی حفاظت کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ چنانچہ ایک دو دن کے بعد کفار نے فیصلہ کیا کہ

بہترین طریق مقابلہ

کا یہ ہے کہ مسلمانوں کو تھکایا جائے۔ انہوں نے اپنی فوج کو چار لشکروں میں تقسیم کر دیا۔ چوتھا حصہ حملہ کرتا تھا۔ اور باقی لوگ آرام کرتے تھے۔ اور جب وہ لوگ تھک جاتے تو دوسری تازہ دم فوج اُن کی جگہ آ جاتی۔ فرض کرو۔ کہ وہ دس ہزار تھے۔ تو صرف اڑھائی ہزار مقابلہ کرتے اور ساڑھے سات ہزار آرام کرتے۔ جب اڑھائی ہزار مقابلہ کر کے تھک جاتے۔ تو واپس چلے جاتے اور دوسرے اڑھائی ہزار اُن کی جگہ آ جاتے۔ لیکن مسلمانوں کے لئے ایک منٹ بھی آرام کرنا ناممکن تھا۔ کیونکہ اُن کی تعداد تھوڑی تھی۔ اور انہوں نے اپنا سات سو آدمی تمام خندق پر پھیلا رکھا تھا۔ چنانچہ بیسیوں واقعات ایسے ہوئے کہ دشمن کے آدمی گھوڑوں پر سوار ہو کر خندق پر سے کود کر مسلمانوں کے علاقہ میں آ گئے۔ مگر باوجود اس کے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچ سکے۔ سر ولیم میور اسلام کے شدید ترین دشمنوں میں سے ہے۔ مگر باوجود شدید دشمن ہونے کے وہ بڑا ذہین انسان ہے۔ اور جہاں کوئی بات اُسے

مسلمانوں کی تائید

میں نظر آتی ہے۔ اُسے بھی وہ بیان کرنے میں ہچکچاتا نہیں۔ وہ اپنی کتاب میں جنگ احزاب کے واقعات پر تفصیل سے بحث کرتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے کہ اتنے دنوں تک مسلمانوں پر حملہ کیا گیا اور متواتر اور پوری شدت کے ساتھ کیا گیا۔ یہ حملہ چوبیس چوبیس گھنٹے مسلسل کیا گیا۔ اور مسلمانوں کو آرام کرنے کا کوئی موقع نہ ملا پھر اگر خندق زیادہ چوڑی ہوتی۔ تب بھی ہم سمجھ سکتے تھے کہ مسلمان مطمئن تھے۔ کہ دشمن ہم تک نہیں پہنچ سکتا مگر

واقعات بتاتے ہیں

کہ متعدد بار دشمن کے آدمی مسلمانوں کے علاقہ میں آ گئے۔ اور پھر واپس بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ وہ سوال اُٹھاتا ہے۔ کہ ایسا کیوں ہوا۔ اتنی تھوڑی تعداد کے باوجود۔ اور دشمن کے اتنے متفقہ حملے کے باوجود جب کہ مسلمانوں کو آرام کرنے کا بھی کوئی موقع نہیں ملتا تھا۔ ایسا کیوں ہوا۔ کہ دشمن جب بھی خندق پار کر کے آتا وہ واپس بھاگنے پر مجبور ہو جاتا۔ وہ اس پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کی صرف ایک ہی وجہ نظر آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود

اُن کی نگاہوں میں اتنا عزیز تھا۔ اور اتنا قیمتی اور مقدس تھا کہ جب دشمن قریب پہنچتا۔ تو مسلمان انسان نہیں رہتے تھے۔ بلکہ وہ کچھ اور ہی چیز بن جاتے تھے۔ وہ پہاڑوں کو دھکیل کر پرے پھینک دینے پر تیار ہو جاتے تھے۔ وہ سمندروں کو چیر کر گذر جانے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ وہ اس وقت آپ کی محبت میں اپنے وجود کو بھول جاتے تھے۔ اپنی انسانی کمزوریوں کو بھول جاتے تھے۔ اور مجنونوں کی طرح آگے بڑھ کر ہر سامنے کی چیز کو خس و خاشاک کی طرح اُڑا کر پھینک دیتے تھے۔ چنانچہ جب کبھی دشمن کا لشکر کود کر آگے آیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھنا چاہا۔ تو وہ دیوانہ وار اس کے مقابلہ کے لئے مستعد کھڑے ہو گئے اور اُنہوں نے کم سامان اور کم تعداد کے باوجود زیادہ ساز و سامان اور زیادہ تعداد رکھنے والوں کو ایسا مارا کہ اُن کے لئے سوائے بھاگنے کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ غرض فتح جیسک آئی مگر کئی ہفتوں کے بعد۔ درمیانی عرصہ جو ایک نہایت ہی کٹھن زمانہ تھا۔ اُس

غیر معمولی ایثار اور قربانی

اور بے مثال اخلاص اور فدائیت کی وجہ سے گذرا۔ جس کا مظاہرہ عرب کے مختلف حصوں کے مسلمانوں نے کیا۔ جن کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی رشتہ داریاں نہیں تھیں۔ مگر دینی لحاظ سے ان کا آپ کے ساتھ ایسا تعلق تھا کہ انہوں نے آپ کے لئے اتنی بڑی قربانیاں کیں۔ کہ قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی باپ اپنے بیٹے کے لئے یا کوئی بیٹا بھی اپنے باپ کے لئے ایسی قربانی نہیں کر سکتا۔ تو دینی رشتہ دنیوی رشتوں سے بہت زیادہ اہم ہوتا ہے۔ یہی وہ رشتہ ہے جو اپنی شدت کے لحاظ سے اور اپنی اہمیت اور تقدیس کی وجہ سے چھوٹی قوموں کو آگے بڑھاتا اور انہیں دنیا پر غالب کر دیتا ہے۔ اُن کے اندر اس تعلق کی وجہ سے قربانی اور ایثار کا ایسا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ دنیا کی کوئی چیز اُسے دبا نہیں سکتی۔

بدر کی جنگ میں

تھوڑے سے مسلمان تھے۔ اور پھر انہیں لڑائی کا کسی قسم کا تجربہ حاصل نہیں تھا۔ جب کفار کا لشکر مسلمانوں کے قریب پہنچ گیا تو کفار نے یہ جائزہ لینے کے لئے کہ مسلمانوں کی کتنی تعداد ہے اپنے ایک آدمی کو تحقیقات کے لئے بھجوایا اُس نے اُن اونٹوں سے جو ذبح کئے جا رہے تھے مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ لگا لیا۔ اور انہیں جا کر کہا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کی تعداد تین سو ساڑھے تین سو کے درمیان ہے۔ اس پر انہوں نے سمجھا کہ اتنی تھوڑی تعداد کا تو ہم بڑی آسانی کے ساتھ مقابلہ کر سکیں گے۔ مگر جو شخص تحقیقات کے لئے گیا تھا۔ اس نے کہا۔ کہ واقعہ تو یہی ہے جو میں نے تمہیں بتایا ہے۔ کہ اُن کی تعداد زیادہ نہیں بس تین سو اور ساڑھے تین سو کے درمیان ہے۔ لیکن

میری نصیحت یہی ہے

کہ آپ لوگ اُن سے لڑنے کا ارادہ نہ کریں۔ کیونکہ وہ ہیں تو تھوڑے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ میں جب اُن کو دیکھنے کے لئے گیا۔ تو میں نے اونٹوں اور گھوڑوں پر آدمی سوار نہیں دیکھے بلکہ موتیں سوار دیکھی ہیں۔ یعنی اُن میں سے ہر شخص اس نیت اور ارادہ سے اپنے گھر سے نکلا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں اور بائیں مر جائے گا مگر واپس نہیں جائے گا۔ ایسے لوگوں کا مقابلہ کرنا کوئی آسان بات نہیں۔ یہ اخلاص اور فدائیت کی روح اُن میں کس طرح پیدا ہوئی۔ اس دینی تعلق کی وجہ سے جو اُن کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔

پھر یہ تو دو

دور کی بات ہے۔

تیرہ سو سال گذر گئے۔ اور مسلمان نسلاً بعد نسل کمزور ہوتے چلے گئے۔ دین کی محبت اُن کے دلوں سے کم ہو گئی۔ اسلامی احکام پر عمل جاتا رہا۔ غفلت اور سُستی اُن پر چھا گئی۔ مگر اس گئے گذرے زمانہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اُن کے دلوں میں ایسی مرکوز نظر آتی ہے کہ اُسے دیکھ کر مردہ ایمان زندہ ہو جاتا ہے۔

میں چھوٹا تھا

کہ قادیان میں ایک عورت آئی۔ وہ میراثی خاندان میں سے تھی۔ وہ اپنے ساتھ اپنے لڑکے کو بھی لائی۔ اُسے سِل کا مرض تھا۔ اُس نے حضرت مولوی صاحب خلیفہ اولؓ کی تعریف سُنی۔ تو وہ آپ کے پاس اپنے لڑکے کو علاج کے لئے لے آئی۔ مگر جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملی۔ تو اُس نے کہا کہ اصل میں میں اس لئے نہیں آئی کہ اپنے بیٹے کا علاج کرواؤں۔ بلکہ دراصل میں اس لئے آئی ہوں۔ کہ میرا بیٹا عیسائی ہو گیا ہے۔ میں نے سُنا تھا کہ آپ نے عیسائیوں کا بڑا رد کیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ اس لڑکے کو سمجھائیں۔ تاکہ یہ کسی طرح مسلمان ہو جائے۔ اُس نے بتایا کہ ہمارا قبیلہ اپنے

اخلاق کے لحاظ سے

بہت گھٹیا قسم کا ہے۔ ہمارا پیشہ گانا بجانا ہے۔ میں خود بھی شادیوں پر گاتی بجاتی ہوں۔ لیکن میں اس امر کو برداشت نہیں کر سکتی کہ میرا بیٹا عیسائی ہو کر مرے میں آپ کے پاس اُسے اس لئے لائی ہوں۔ کہ وہ کسی طرح مسلمان ہو جائے۔ میں اُس وقت چھوٹا بچہ تھا۔ مگر وہ نظارہ ایسا تھا کہ میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ میں نے کئی دفعہ دیکھا۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے بیٹھی ہے۔ اس نے ہاتھ جوڑے ہوئے ہیں اور زار و قطار رو رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ حضور میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ اچھا ہو جائے۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ یہ

ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے

اور پھر خواہ اسی وقت مر جائے۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تیرہ سو سال گذرنے کے بعد بھی مسلمانوں کے دلوں میں پائی جاتی ہے کہ ایک

ایسی عورت جو نہایت ادنیٰ اور ذلیل خاندان میں سے تھی۔ وہ بھی یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ اس کا لڑکا کلمہ پڑھے بغیر اس دنیا سے گذر جائے مگر وہ لڑکا بھی بڑا پکا عیسائی تھا۔ اسے تبلیغ شروع ہوئی۔ تو اس نے ارادہ کیا۔ کہ قادیان سے بھاگ جائے۔ چنانچہ ایک رات کو وہ اٹھا اور

بیماری کی حالت

میں بٹالہ کی طرف بھاگ پڑا۔ کچھ دیر کے بعد اس کی ماں کی آنکھ کھل گئی۔ تو اس نے دیکھا کہ چارپائی خالی پڑی ہے۔ وہ سمجھ گئی کہ میرا لڑکا بھاگ گیا ہے چنانچہ وہ بھی اس کے پیچھے بھاگی۔ اور پانچ سات میل پر جا کر اس نے اپنے بیٹے کو پکڑا اور پھر اسے قادیان واپس لائی۔ اور اس طرح گڑ گڑا گڑ گڑا کر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہنے لگی۔ کہ حضور دعا کریں۔ یہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے پھر بے شک مر جائے مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ آخر خدا نے اس کی دعا سن لی اور وہ

لڑکا مسلمان ہو گیا

اور پھر چند دنوں کے بعد مر گیا۔ اس کی ماں نے اس صدمہ کو بڑے صبر سے برداشت کیا۔ اور وہ خوش تھی کہ میرا لڑکا عیسائی ہو کر نہیں مرا بلکہ کلمہ پڑھ کر مرا ہے۔ تو رشتوں کی محبت بلحاظ جاہل لوگوں اور نادان لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن

انسانیت کا مقام

اس محبت سے انسان کو اونچا لے جاتا ہے۔ جتنا نیچے چلے جاؤ محبت کا ذریعہ مادیت ہوتی ہے لیکن جتنا اوپر چلے جاؤ محبت کا ذریعہ روحانیت ہوتی ہے۔ جتنا جتنا انسان جانوروں میں شامل ہوگا۔ اتنی ہی اس میں مادیت والی محبت اور بھائیوں اور رشتہ داروں کی محبت زیادہ ہوگی اور جتنا جتنا وہ اونچا ہوگا اتنی ہی اس کی محبت بھی بلند سے بلند تر ہوتی چلی جائے گی۔ پہلے وہ اپنی اولاد سے زیادہ محبت رکھے گا۔ پھر اور اونچا ہوگا تو اپنے خاندان سے محبت رکھے گا۔ اور اونچا ہوگا تو اپنے وطن سے محبت کرنے لگ جائے گا تو اپنی اور اونچا ہوگا تو اپنی قوم سے محبت کرنے لگ جائے گا اور اونچا ہوگا تو انسانیت سے محبت کرنے لگ جائے گا۔ اور اونچا ہوگا تو دین الٰہی سے محبت کرنے لگ جائے گا۔ اور اونچا ہوگا تو فرشتوں سے تعلق رکھنے لگ جائے گا۔ اور اونچا ہوگا تو اس کا خدا سے تعلق ہو جائے گا۔ مگر

خدائی تعلق کا پہلا زینہ

خدا تعالیٰ کے نبیوں سے تعلق پیدا کرنا ہے جس طرح تمہارے لئے یہ ناممکن ہے کہ تم چھلانگ لگا کر چھت پر چڑھ سکو۔ اسی طرح تمہارے لئے یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرنے والے وجودوں کو چھوڑ کر تم خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر سکو۔ مگر جس طرح کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ چھت پر بیٹھا ہوا انسان جب دیکھتا ہے کہ کسی پر شیر یا ڈاکو نے حملہ کر دیا ہے تو وہ رسی گرا کر اس کو اوپر کھینچ لیتا ہے۔ اسی طرح کبھی کبھار اب بھی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ کوئی شخص اس سے ملنے کی سچی تڑپ رکھتا ہے لیکن وہ ایسے ماحول میں ہے کہ اسے

انبیاء کی راہنمائی

میسر نہیں آ سکتی۔ تو وہ خود اس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ مگر ایسا بہت شاذ ہوتا ہے۔ اور شاذ پر کسی قانون کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ عام قانون یہی ہے کہ جو لوگ خدا نما وجود ہوتے ہیں انہی کے ذریعہ انسان کو روحانی ترقی ملتی ہے۔ اور اس ترقی کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ انسان دنیوی محبتوں کو سرد کر کے ان کی محبت کو اپنے اوپر غالب کرے۔ جب وہ ان کی محبت کو غالب کر لیتا ہے تو ان کا نمونہ اختیار کرنا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ یہ نہیں سمجھتا کہ یہ کوئی غیر ہے جس کی میں اقتداء کر رہا ہوں۔ بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے۔ اور اس کا خون میری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔

یہی سبق

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ میں سکھایا گیا ہے۔ اور پھر آگے ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں شامل ہو جاتا ہے۔ وہ ابراہیمؑ کی اولاد میں بھی شامل ہو جاتا ہے پھر جو کام اسمٰعیلؑ نے کیا وہی کام وہ خود بھی کرنے لگ جاتا ہے! اس لئے نہیں کہ اگر اسمٰعیلؑ نے یہ قربانی پیش کر دی تھی تو میں کیوں نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس لئے کہ وہی خون جو اسمٰعیلؑ کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔

میری رگوں میں بھی

دوڑ رہا ہے۔ اور میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہو کر۔ ابراہیمؑ کا بھی بیٹا ہوں اور ابراہیمؑ کا بیٹا ہو کر اسمٰعیلؑ کے کاموں میں اس کا شریک ہوں۔ پس جو کام اس نے کیا وہ میں بھی کروں گا۔ جو شخص

اس نقطۂ نگاہ سے

اسلام کو دیکھتا ہے۔ اس کے لئے عید الاضحیہ بالکل اور چیز ہو جاتی ہے۔ کسی نے کہا کہ دوسروں کی باتیں سن کر نصیحت حاصل کرنا عقلمند انسان کا کام ہے۔ یہ بھی درست ہے۔ مگر اپنے ہی خاندان کے افراد کی قربانی اور ان کا نمونہ جو تغیر انسان کے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ وہ کسی دوسرے کی قربانی اور اس کا نمونہ تغیر پیدا نہیں کر سکتا۔ پس

عید الاضحیہ کے آنے پر

ہر مسلمان یہ سبق تازہ کرتا ہے۔ کہ اس میں کسی غیر کا ذکر نہیں بلکہ میرے بھائی اسمٰعیلؑ کی قربانی کا ذکر ہے اگر اس نے ایسا نمونہ دکھایا تھا۔ تو میں کیوں نہیں دکھا سکتا۔ اگر ابراہیمؑ کا ایک بیٹا ایسی قربانی کر سکتا ہے۔ تو اس کا دوسرا بیٹا ایسی قربانی کیوں نہیں کر سکتا۔ بلکہ

حقیقت تو یہ ہے

کہ چونکہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں سے ہیں جو ساری دنیا کی طرف مبعوث کئے گئے تھے۔ اس لئے ایک سچا مسلمان تو اس موقعہ پر یہ کہے گا۔ کہ اگر ابراہیمؑ نے خدا کی راہ میں اپنا ایک بیٹا قربان کیا تھا تو میں دین کی راہ میں اپنے دو بیٹے پیش کروں گا۔ کیونکہ میں ابراہیم ہی کی نہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی آل ہوں۔ غرض ہر مسلمان اگر

حقیقی معیار روحانیت

کو حاصل کرنا چاہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے سمجھنے کی عادت ڈالے پھر آدمؑ تک جو سلسلہ جاری رہا اس کا اپنے آپ کو جزو سمجھے۔ جب وہ اس بات کو سمجھے گا تو اس کا اخلاص بالکل اور رنگ اختیار کرے گا اس کی روحانیت ترقی کر جائے گی اس کی قربانی بڑھ جائے گی۔ اور اس کی روح ایک نیا جامہ پہن لے گی۔ اور جو چیز اسے پہلے دوسروں کے باپ میں نظر آتی تھی وہ اسے اپنے خاندان میں نظر آنے لگے گی تب وہ خطرناک وادیاں جن میں سے گذرتے بلکہ داخل ہوتے بھی لوگ ڈرتے اور گھبراتے ہیں ان میں سے گذرنا اس کے لئے آسان ہو جائے گا۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے قرب میں تیزی سے ترقی کرنے لگے گا پس اس عید سے فائدہ اٹھاتے ہوئے

یہ روح اپنے اندر پیدا کرو

کہ یہ دوسروں کے باپ کے قصے نہیں بلکہ تمہارے باپوں اور اپنے خاندان کے واقعات ہیں جو تمہارے لئے ایک مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جنکو عید الاضحیہ کے ذریعے تمہارے سامنے پیش

ہندوستان میں تبلیغ اسلام اور جماعت احمدیہ کا کام

از مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل ہائیکورٹ یادگیر

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کے ماتحت جماعت احمدیہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کا کام مسلسل انجام دے رہی ہے اور دیتی چلی جائے گی انشاء اللہ۔ کُنتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی شان کے حامل جماعت احمدیہ اس اہم ترین فریضہ کو انجام دے رہی ہے جس کی مخبر صادق سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ ایسے زمانہ میں جب میری امت پر انتہائی فساد کا دور آ دے گا امت محمدیہ کے اے لوگو تم اسی جماعت کا ساتھ دینا اور اس میں شامل ہو کر اللہ کے دین کی نصرت کا سامان کرنا جس کا کام سب سے اہم یعنی تبلیغ اسلام ہوگا۔ اور وہ اپنے کاموں میں منظم ہوگی جس کا ایک واجب الاطاعت امام ہوگا اور وہی ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہوگا۔ اور اس کی تائید و نصرت کے لئے خدا کا غیبی ہاتھ کام کر رہا ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو بھی اعلاءِ کلمۃ اللہ کی عملاً ہر روز مزید توفیق عطا کرے اور ہمارے مخالفین کو بھی کہ وہ بجائے مخالفت کرنے کے صادق جماعت کا ساتھ دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ذیل میں سال حال کے جدید ٹریکٹوں کا جو ابھی طبع ہوئے ہیں نوٹ دیا جا رہا ہے۔ سابقہ شائع شدہ مطبوعات کا نوٹ قبل ازیں بدر میں آ چکا ہے

سلسلہ نشان مطبوعات ۱۹۵۳ء

(۳۹) کیا زمانہ کے امام کی بیعت ضروری ہے؟ (مرتبہ مولانا طور شیبہ احمد صاحب مبلغ سلسلہ)

(۴۰) نمازیں پڑھو اور قیامت کا نمونہ دیکھو

(۴۱) تعلیم اور جماعت کو نصائح (ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ)

(۴۲) خصوصیات قرآن (مرتبہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل یادگیر)

(۴۳) اربعین احادیث از ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ (چھوٹی کتاب)

(۴۴) احادیث متعلقہ فضائل قرآن۔ تلاوت قرآن۔ آداب قرآن (چھوٹی کتاب)

(۴۵) بلاؤں کے نازل ہونے کے چار اسباب اور اس سے بچنے کا علاج (ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

(۴۶) اسلام کے متعلق دیگر مذاہب کے عمائدین کی آراء۔ (مرتبہ محمد اسمٰعیل وکیل صاحب یادگیری)

(۴۷) - قرآن۔ اسلام۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بڑے مذہب کے فضلاء کی آراء (مرتبہ محمد اسمٰعیل صاحب وکیل یادگیری)

(۴۸) - ساری دنیا میں تبلیغ اسلام۔ اقطاع عالم میں مساجد کا قیام اور جماعت احمدیہ (بڑا پوسٹر) مرتبہ محمد اسمٰعیل وکیل یادگیری)

ہم نے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے نہیں کاٹا

مگر اختلافی امور سے کبھی انکار بھی نہیں کیا

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے ربوہ

اخبار المصلح کراچی مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۳ء میں میرا ایک مضمون[1] زیر عنوان "کیا ہم نے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے کاٹ رکھا ہے؟" شائع ہوا تھا جس میں میں نے اپنے ایک ابتدائی رسالہ کلمۃ الفصل (مصنفہ ۱۹۱۵ء) کے ایک پرانے حوالے کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا تھا کہ ہمارے خلاف جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے از خود کاٹ رکھا ہے یہ ہرگز درست نہیں۔ کیونکہ بعض معتقدات میں اختلاف کے باوجود اور اختلاف مسلمانوں کے ۷۲ فرقوں میں سے کم وبیش ہر فرقہ پایا جاتا ہے ہم امت محمدیہ میں شامل ہونے کے لحاظ سے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ اور اسی شریعت پر عامل اور اسی شریعت کے پابند ہیں۔ جو قرآن مجید کی صورت میں ہمارے آقا (فداہ نفسی) صلے اللہ علیہ وسلم پر آج سے چودہ سو سال پہلے نازل ہوئی تھی۔ اور ہم نے ہر اس معاملہ میں جو قومی اور ملی رنگ میں کسی نہ کسی صورت میں مسلمانوں پر اثر انداز ہوتا تھا اور ہوتا ہے ہمیشہ مسلمانوں کا ساتھ دیا ہے۔ اور ان کی بے لوث خدمت کو اپنا فرض منصبی جانا ہے۔ اور بیرونی ممالک میں جماعت احمدیہ کی جانب سے تبلیغ اسلام کی خدمت مزید برآں ہے۔ جس کے لئے ہمارے قریباً ایک سو مبلغ خدا کے فضل سے ہر غیر مسلم ملک میں اعلائے کلمۃ اللہ کی خدمت میں شب و روز معروف ہیں۔ مگر باوجود اسکے ہم نے کبھی اختلافی امور سے انکار نہیں کیا۔ اور نہ اب کرتے ہیں۔ اور نہ ہم نے کبھی اپنے آپ کو ملی رنگ میں دوسرے مسلمانوں سے کاٹ کر کوئی علیحدہ امت قرار دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

میرے اس مضمون پر لاہور کے ایک غیر احمدی ایم۔اے سٹوڈنٹ (نام ظاہر کرنا مناسب نہیں) کی طرف سے مجھے ایک خط پہنچا تھا کہ جب ہم نے نماز کی اقتدار اور رشتہ ناطہ وغیرہ کے معاملہ میں اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے کاٹ رکھا ہے۔ تو پھر ہم کس طرح یہ دعوے کر سکتے ہیں کہ ہم نے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے نہیں کاٹا؟ اور اس نوجوان نے خواہش ظاہر کی تھی کہ ان کے خط کا جواب خط کے ذریعہ نہیں بلکہ اخبار کے ذریعہ دیا جائے۔ لیکن میں نے موجودہ ملکی حالات میں اخبار کے ذریعہ جواب دینے کو پسند نہ کرتے ہوئے اس بات سے معذرت ظاہر کی۔ اور خط کے ذریعہ جواب بھجوا دیا۔ مگر کئی دن گزر جانے کے باوجود مجھے اس نوجوان کی طرف سے خط پہنچنے کی اطلاع نہیں ملی۔ اور مجھے شبہ ہے کہ شائد انہیں میرا خط نہ پہونچا ہو۔ لہٰذا بصورت مجبوری اپنا وہ خط جوان کے نام بھجوایا گیا تھا۔ ذیل میں شائع کر رہا ہوں۔ تا اگر وہ ڈاک کے ذریعہ نہیں پہونچا۔ تو کم از کم اس عزیز کی خواہش کے مطابق اخبار کے ذریعہ ہی پہونچ جائے۔ وانما الاعمال بالنیات واللہ المستعان فی کل حال۔

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد ربوہ ۳۱/۱۰/۵۳

عزیزم مکرم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘

آپ کا خط محررہ ۸/۹/۵۳ موصول ہوا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ طبیعت کی ملالت اور عدم یکسوئی کی وجہ سے جلد جواب نہیں دے سکا۔ امید ہے آپ اس کا خیال نہیں فرمائیں گے۔ مجھے اس خیال سے خوشی ہوئی کہ آپ بھی اس کالج میں تعلیم پاتے ہیں جس کا میں اولڈ بوائے ہوں۔

آپ نے میرے مضمون شائع شدہ اخبار المصلح بتاریخ ۲۱/۹/۵۳ زیر عنوان "کیا ہم نے اپنے آپکو دوسرے مسلمانوں سے کاٹ رکھا ہے؟" کے متعلق یہ اعتراض کیا ہے کہ جب یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم نے نماز اور رشتہ ناطہ وغیرہ کے معاملہ میں اپنے آپکو دوسرے مسلمانوں سے واقعی کاٹ رکھا ہے تو ہم کس طرح یہ دعوے کر سکتے ہیں کہ ہم نے دوسروں سے اپنے آپکو الگ نہیں کاٹا؟ اور آپ نے خواہش ظاہر کی ہے کہ میں آپ کے اس اعتراض کا اخبار کے ذریعہ جواب دوں۔

عزیز من! یہ تو انصاف نہیں ہے کہ آپ تو پرائیویٹ خط لکھیں اور میں پبلک میں جواب دوں۔ علاوہ ازیں آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ملک کا موجودہ ماحول جماعت احمدیہ کے خلاف اس قدر مسموم ہے کہ ہماری ہر معصوم اور سیدھی بات بھی فتنہ کا منبع بن جاتی ہے۔ اور یہ مناسب نہیں کہ موجودہ نازک وقت میں ملک کے اندر کسی قسم کا انتشار پیدا ہو۔ اس لئے آپ کی خواہش کے خلاف خط کے ذریعہ یہ مختصر جواب ارسال کر رہا ہوں۔ البتہ اگر آپ کا اصرار ہوا یہ جواب اخبار میں بھی شائع کر دیا جائے گا۔ وانما الاعمال بالنیات

اصل امر زیر بحث کے متعلق اگر آپ غور فرمائیں تو میرے اور آپ کے اختلافات کا نچوڑ کسی مختصر سی بات میں آ جاتا ہے کہ میں جماعت احمدیہ اور دوسرے مسلمانوں کے اتحادی امور (Points of agreement) پر زور دے رہا ہوں۔ آپ اختلافی امور (Points of difference) پر نظر رکھتے ہیں۔ عزیز من اس بات سے کس نے انکار کیا ہے کہ ہم میں اور دوسرے مسلمانوں میں بعض امور میں اختلاف ہے۔ حتی کہ میرا موجودہ مضمون جو آپ کے زیر اعتراض ہے اس میں بھی میں نے ہر فرقہ کی مخصوص "چاردیواری" کا فلسفہ بیان کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ "چاردیواری" بہرحال بعض امور میں اختلاف کی متقاضی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے یہ اختلافات قرآن و حدیث سے باہر جا کر ان کی تعلیمات سے انحراف کر کے قائم کئے ہیں یا کہ ہم نے قرآن وحدیث سے ہی استدلال کیا ہے؟ اگر ہمارا استدلال قرآن و حدیث پر مبنی ہے تو آپ ہمیں غلطی خوردہ تو کہہ سکتے ہیں مگر اسلام کا دشمن قرار نہیں دے سکتے اور نہ ہمیں مسلمانوں سے کٹ جانے والا قرار دے سکتے ہیں۔

ہم نے اس بات سے کبھی انکار نہیں کیا کہ ہم دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے یا یہ کہ ہم اپنی لڑکیاں ان کے نکاح میں دینا درست نہیں سمجھتے۔ وغیرہ ذالک۔ لیکن خدا کے لئے آپ غور کریں کہ کیا یہی تفریق کم وبیش دوسرے مسلمان فرقوں میں قائم نہیں ہے؟ کیا آپ کے ہاں عید اور جمعہ کی نماز سب فرقے ایک امام کے پیچھے پڑھتے ہیں؟ کیا عید کے موقعہ پر شاہی مسجد اور منٹو پارک اور دیگر مساجد کے نظارے آپ بھول گئے۔ کہ جہاں ہر فرقہ اپنی جداگانہ نماز ادا کرتا ہے؟ پھر کیا آپ کو یہ بات یاد نہیں کہ سُنی حضرات شیعہ حضرات کو رشتہ نہیں دیتے اور شیعہ حضرات سنی حضرات کو رشتہ نہیں دیتے؟ صرف فرق یہ ہے کہ ہم ایک زندہ اور فعال مذہبی جماعت ہونے کی وجہ سے اپنے سب معاملات میں مذہبی پہلو کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اور ان امور میں جماعت کی نگرانی رکھتے ہیں۔ مگر باقی فرقے مذہب سے دور جا کر اور دین سے غافل ہو کر دل میں تو ان باتوں کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ مگر عملاً ان باتوں میں زیادہ سخت نگرانی نہیں کرتے۔ اور سہل انگاری سے کام لیتے ہیں اس کے سوا کوئی فرق نہیں۔ پھر مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا ایک دوسرے کو کافر قرار دینا بھی ایک معروف اور کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ جسے مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔

اصل بات یہی ہے کہ میں نے یہ مضمون جس پر آپ کو اعتراض پیدا ہوا ہے۔ اور امور اتحاد کو سامنے رکھ کر لکھا ہے۔ اور آپ اپنے خیالیں امور اختلاف پر زور دے رہے ہیں۔ میں امور اختلاف سے ہرگز انکاری نہیں۔ مگر سچ فرمایئے کہ کیا ہمارے درمیان عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے امور اتحاد زیادہ ہیں یا کہ امور اختلاف؟ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آپ دیانتداری کے ساتھ خالی الذہن ہو کر اس بات پر غور کریں گے تو آپ کا نور ضمیر آپ کو بتلائے گا کہ امور اتحاد کی اتنی کثرت ہے کہ ان کے مقابلہ پر امور اختلاف تعداد کے لحاظ سے شائد ایک یا دو فیصدی سے بھی زیادہ نہیں ہوں گے۔

آپ نے لکھا ہے کہ جماعت احمدیہ دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنا منع کرتی ہے۔ اور یہ کہ نمازیں غیر مسلموں کے پیچھے ہی منع ہیں۔ اسی طرح آپ نے لکھا ہے کہ جماعت احمدیہ دوسرے مسلمانوں کو رشتہ میں لڑکی دینا درست خیال نہیں کرتی۔ اور یہ کہ یہی صورت غیر مسلموں کے ساتھ ہے۔ آپ کی اس دلیل میں بھی وہی غلط فہمی (Fallacy) ہے جو میں نے اوپر عرض کی ہے کہ آپ صرف اختلافی امور پر نظر رکھ رہے ہیں۔ اور میں نے اس مضمون میں اتحادی امور پر زور دیا ہے۔ آپ غور کریں کہ اگر ہماری نمازوں کی قیادت جدا ہے (یاد رہے کہ نماز کے معاملہ میں صرف قیادت ہی جدا ہے نماز ہرگز جدا نہیں) اور اگر رشتوں ناطوں میں جزوی علیحدگی ہے۔ تو کیا دوسری طرف ہم توحید کے قائل نہیں کیا ہم خدا کے رسولوں کو نہیں مانتے؟ کیا ہم خدائی کتابوں پر ایمان نہیں لاتے؟ کیا ہم یوم آخر اور تقدیر خیر وشر کے منکر ہیں؟ کیا ہم سرور کائنات فخر موجودات سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کی رسالت اور قرآنی شریعت پر عقیدہ نہیں رکھتے؟ پھر کیا ہم رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے انکاری ہیں؟ حاشا وکلا ثم حاشا وکلا کہ ایسا نہیں اور ہرگز ایسا نہیں۔ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دلی یقین اور کامل بصیرت کے ساتھ خاتم النبیین مانتے ہیں۔ ولعنۃ اللہ علی من کذب۔

پھر عمل کے میدان میں غور کیجئے کہ کیا ہم قرآن و حدیث کے ہزاروں احکام میں سے کسی ایک حکم کے بھی منکر ہیں؟ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ نکاح۔ طلاق۔ لین دین۔ بیع وشرا۔ معاہدات۔ تدبیر منزل۔ اصول حکومت وغیرہ وغیرہ سینکڑوں میدان ہیں۔ اور

[1] یہ مضمون اخبار بدر مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۵۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔ (ایڈیٹر)

ہر میدان سے تعلق رکھنے والے ہزاروں احکام ہیں۔ کیا ان میں سے ہم نے کبھی کسی ایک حکم کا بھی انکار کیا ہے؟ پس جب ہزاروں باتوں میں اتحاد کی صورت موجود ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم دونوں کی خرلیت ایک ہے۔ یعنی قرآن مجید جس کے متعلق ہمارے امام نے فرمایا ہے سہ

دل میں مرے یہی ہے تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

تو پھر ہزاروں امور اتحاد کو نظرانداز کر کے چند اختلافی امور کی بنا پر ہمیں مطعون کرنا کہ ہم اسلام سے خارج ہو گئے اور ہم نے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے کاٹ رکھا ہے کہاں کا انصاف ہے؟ پھر کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ان اختلافی امور میں بھی ہر معاملہ میں پہل بلا استثناء دوسرے مسلمانوں کی طرف سے ہوئی ہے۔ ہم یہ بات تاریخی ریکارڈ سے قطعی طور پر ثابت کر سکتے ہیں کہ ہمیں کافر اور ضال قرار دینے میں دوسرے مسلمانوں نے پہل کی۔ ہماری قیادت میں نماز ادا کرنے کو حرام قرار دینے میں دوسرے مسلمانوں نے پہل کی۔ بے رشتہ ناطہ کے تعلقات قطع کرنے میں دوسرے مسلمانوں نے پہل کی۔ جنازوں کے معاملہ میں دوسرے مسلمانوں نے پہل کی۔ حتیٰ کہ بعض صورتوں میں احمدیوں کو دوسرے مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن تک نہیں ہونے دیا۔ بلکہ آپ حیران ہونگے کہ بعض صورتوں میں دفن شدہ احمدیوں کی لاشوں کو قبروں سے باہر نکال کر پھینک دیا گیا۔ یہ سب باتیں ہماری طرف سے کچھ کئے جانے سے بہت عرصہ قبل ہمارے متعلق روا رکھی گئیں۔ اور ہمارے خلاف ان زہر افشاں فتاویٰ کا بار بار اعلان کر کے ملک میں گویا ایک آگ لگا دی گئی۔ مگر اس سارے عرصہ میں ہمارے امام نے اس کے سوا کچھ نہیں کہا کہ:

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے
گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

اور دوسری جگہ فرمایا:-

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار
کآخر کنند دعوے حب پیمبرم

"یعنی اے دل تو اب بھی دوسرے مسلمانوں کے متعلق نیک خیال رکھ۔ کیونکہ خواہ کچھ ہو وہ میرے رسولؐ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں"۔

پس خدا جانتا ہے کہ ہم سراسر مظلوم ہیں۔ لیکن مظلوم ہونے کے باوجود ہم نے اخوتِ اسلامی کے ماتحت ہر میدان میں دوسرے مسلمانوں کی ہمدردی اور خیر خواہی کو اپنا اصول ٹھہرا رکھا ہے۔ اور ہماری گذشتہ تاریخ ہمارے اس دعویٰ پر ایک زبردست گواہ ہے۔ مگر غضب یہ ہے کہ اگر اس ظلم کے بوجھ کے نیچے ہمارے منہ سے کبھی کوئی آہ نکل جاتی ہے تو اس آہ کو بھی ہمارے خلاف پروپیگنڈا کا ذریعہ بنا لیا جاتا ہے کہ لو بھئی۔ دوڑیو۔ غضب ہو گیا۔ کہ یہ مٹھی بھر لوگ ہم میں رہتے ہوئے ہمارے مقابلہ پر آہ بھرنے کی جرأت کرتے ہیں!! کیا یہ وہ رواداری ہے۔ جو اسلام سکھاتا ہے؟ کیا یہ وہ مذہبی آزادی ہے جس کی ہمارے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تعلیم دی ہے؟ ہمیں جانے دیجئے۔ یہی دیکھئے کہ دنیا کیا کہے گی۔ . . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

باقی رہا تبلیغ کا سوال سو اسلام نے لا اکراہ فی الدین (یعنی دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر نہیں ہونا چاہیئے) کا زریں اصول بیان کر کے اس بحث کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دیا ہے۔ اور وہ یہ کہ جس فرد یا فریق کے نزدیک کوئی بات اچھی ہو۔ اور وہ اُسے دنیا کے لئے مفید سمجھتا ہو تو وہ بے شک امن اور محبت کے طریق پر دوسروں تک پہنچائے مگر وہ دوسروں کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اس کی بات ضرور مانیں بلکہ ماننا نہ ماننا دوسروں کی تسلی پر موقوف ہے۔ اس نظریہ کے ماتحت آپ بڑی خوشی سے مجھے اپنی بات سنائیں۔ میں یقیناً شوق اور توجہ کے ساتھ سنوں گا۔ اور اسی طرح آپ کو میری معروضات سننے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ دنیا میں علمی تحقیق اور علمی ترقی کا یہی واحد ذریعہ ہے کہ ایک دوسرے کی باتیں سن کر غور کیا جائے اور اسی کے پیش نظر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ اختلاف امتی رحمۃ (یعنی میری امت کا اختلاف جو نیک نیتی پر مبنی ہو رحمت کا ذریعہ ہے)

پس اس سے زیادہ میں اس وقت آپ کے خط کے جواب میں کچھ عرض نہیں کروں گا۔ ہاں اگر آپ نے کسی امر میں مزید توضیح چاہی۔ تو بندہ حاضر ہے۔ اور یہ بھی میں عرض کر چکا ہوں کہ اگر آپ کی طرف سے یہ اصرار ہوا۔ کہ یہ جواب ضرور اخبار میں شائع کرایا جائے۔ تو اس سے بھی انکار نہیں ہوگا کیونکہ آں را کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔

بالآخر صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ امید ہے کہ آں عزیز میری اس مختصر تحریر پر صاف دلی کے ساتھ غور کریں گے۔ کہ یہی صاف دلی دین و دنیا میں فلاح و کامیابی کی کلید ہے۔

نوٹ:۔ امرِ زیر نظر کے متعلق اصل جواب تو ختم ہو گیا۔ لیکن اس تعلق میں ایک مزید بات یہ بھی ضرور یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ جماعت احمدیہ اور دوسرے مسلمانوں کے اختلاف کا مرکزی نقطہ نماز کی اقتداء اور رشتہ ناطہ وغیرہ کا سوال ہرگز نہیں۔ بلکہ اصل امر صرف اور صرف حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ ماموریت ہے اگر ہمارے سلسلہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی واقعی خدا کی طرف سے مامور ہیں۔ اور خدا نے ہی انہیں اس زمانہ میں مسیح موعود بنا کر اور نائبِ رسول کا خلعت پہنا کر احیاء دین اور خدمتِ اسلام کے لئے مبعوث کیا تھا تو باقی باتیں خود بخود حل ہو جاتی ہیں۔ اور کسی مزید بحث کی گنجائش نہیں رہتی۔ لہذا عقلمندی کا تقاضا یہی ہے۔ کہ جڑ کو پکڑا جائے۔ نہ کہ شاخوں میں الجھا جائے شاخوں میں اُلجھنے والے کبھی ہدایت نہیں پاتے کیونکہ شاخیں سینکڑوں ہزاروں ہوتی ہیں اور شاخوں کا معائنہ کرتے کرتے انسان کی محدود عمر ختم ہو جاتی ہے۔ اور اصولاً بھی یہ طریق کسی طرح درست نہیں۔ کہ بحث کے مرکزی نقطہ کو ترک کر کے آس پاس کی باتوں میں وقت ضائع کیا جائے۔ ھذا ھو الحق فافھم وتدبر ولا تکن من الممترین۔ فقط

والسلام خاکسار خادم ملت مرزا بشیر احمد ۱/۱۰/۵۲
(المصلح ۲۵ راکتوبر)

بعض نو مبائعین کے لئے درخواست دعا

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خاص ارشاد اور صدر انجمن احمدیہ کے فیصلہ کے مطابق جناب ناظر صاحب تعلیم و تربیت نے ماہ اگست و ستمبر میں اڑیسہ، بہار اور بعض یو۔پی کی جماعتوں کا تربیتی دورہ کیا۔ اس دورہ میں بعض احباب کو خدا تعالیٰ نے سلسلہ حقہ میں داخل ہونے کی توفیق دی جن کے فارم بیعت بحضور سیدنا حضرت امیر المومنین بغرض منظوری بھیجے جا چکے ہیں ان حضرات کے اسماء حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ کلکتہ۔ مکرم علی احمد صاحب۔ یہ ایک اچھے پڑھے لکھے باآثر صاحب جائداد آدمی ہیں۔ بعض اختلافی مسائل کے باعث ابھی تک بیعت خلافت ثانیہ سے رُکے رہے حتیٰ کہ خدا تعالیٰ نے آپ پر حق کھول دیا فالحمد للہ۔

۲۔ داناپور۔ پٹنہ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس جگہ کے مندرجہ ذیل احباب داخل سلسلہ ہوئے:۔

۱۔ شیخ معین الدین صاحب ولد شیخ نظام الدین صاحب
۲۔ محمد سرفراز الحق صاحب ولد محمد اسرار الحق صاحب
۳۔ محمود احمد صاحب دانا ولد مفتی عبد العظیم صاحب
۴۔ خورشید علی صاحب ولد محمود علی صاحب
۵۔ محترمہ بی بی فاطمہ صاحبہ والدہ خورشید علی صاحب
۶۔ محترمہ بانو صاحبہ زوجہ برکت علی صاحب
۷۔ محترمہ اکبری خاتون صاحبہ بنت برکت علی صاحب
۸۔ محترمہ بی بی زبیدہ خاتون صاحبہ بنت اسرار الحق صاحب

۳۔ رانچی۔ مکرم سید فاروق احمد صاحب۔ آپ رانچی کے مشہور رفاقتو خان مکرم سید محی الدین صاحب ایڈووکیٹ کے صاحبزادے ہیں۔ علیگڑھ میں تعلیم پا رہے ہیں۔ آپ کا خاندان کے اکثر زن و مرد پہلے سے داخل سلسلہ ہیں۔ اب خدا تعالیٰ نے آپ کو بھی توفیق دی کہ جماعت میں داخل ہوں۔ خدا تعالیٰ آپ کو ہر قسم کی روحانی و جسمانی ترقیات عطا فرمائے۔

۴۔ لکھنؤ۔ مکرم عارف علی صاحب فاضل۔ مکرم سید ارشد علی صاحب کی تبلیغ سے آپ پر حق روشن ہو گیا۔ اور بیعت کر کے داخل سلسلہ ہوئے۔ الحمد للہ

احباب کرام سے درخواست ہے کہ اپنے نئے بھائیوں کی استقامت اور اخلاص و محبت میں ترقی پانے کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ ہو۔ اور نیک مقاصد میں ان کو کامیاب فرمائے۔ آمین۔

(نظارت دعوت و تبلیغ)

اعلان برائے جماعت ہائے کشمیر!

احباب کی اطلاع کیلئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ جو دوست شہر سرینگر تشریف لے جائیں وہ اپنے طعام وغیرہ کا انتظام خود فرمائیں تا مبلغ سرینگر زیر بار نہ ہوں کیونکہ مبلغ صاحب کو مرکز کی طرف سے صرف اپنی گذر اوقات کے لئے معمولی گزارہ دیا جاتا ہے جو ان اخراجات کو متحمل نہیں ہو سکتا۔ امید ہے کہ احباب کرام اس کا خاص خیال رکھیں گے۔ (ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

سٹرائیک اور عدمِ تعاون وغیرہ تحریکات ملک و قوم کے لئے مہلک امراض ہیں!

(۱)

اسسٹنٹ ایڈیٹر

بچپن کا زمانہ بھی عجیب زمانہ ہے۔ اس عمر میں بہت سی ایسی حرکات کا اظہار ہوتا ہے کہ اگر عاقل بالغ سے سرزد ہوں تو ہر شخص انہیں ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا اور بُرا بھلا کہتا ہے۔ لیکن اس نوزائیدہ پر کسی کو اعتراض نہیں ہوتا جو ابھی عہدِ طفولیت سے گزر رہا ہے۔ اس لئے کہ طفولیت کا پردہ اس کے تمام عیوب کو ڈھانک لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چھوٹی عمر میں بچہ بستر پر ننگا بھی پڑا رہتا ہے۔ اس کے قابلِ ستر اعضاء کے ڈھانکنے کا پورا تعاہد بھی نہیں کیا جاتا۔ بعض اوقات بستر پر ہی بول و براز بھی کر دیتا ہے۔ مگر کوئی شخص نہیں ٹوکتا۔ مگر جوں جوں وہ پروان چڑھتا ہے۔ ہوش سنبھالتا ہے اپنے بزرگوں کی طرح وہ بھی سنجیدہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور بالآخر اُن سب باتوں کا پابند ہو جاتا ہے جو اُس کی سوسائٹی میں ضروری قرار دی جاتی ہیں۔

بچے کی الیسی عادات میں سے ایک عادت اُس کا ضد کرنا ہے۔ پہلے پہل وہ رو کر اُس کا اظہار کرتا ہے۔ پھر وہ دھرنا چھوڑ دیتا ہے۔ ذرا بڑا ہوتا ہے تو روٹھنے لگتا ہے۔ کچھ اور بڑا ہوتا ہے تو مطلوبہ اشیاء نہ ملنے پر غیر پسندیدہ چیزوں کو پھینکتا اور مچلتا ہے۔ بلکہ بعض شریر بچے تو مطالبہ پورا نہ ہوتا دیکھ کر اپنی ماں یا بہن بھائیوں کو پیٹنے لگتے ہیں۔ اور اس طرح چیختے چلاتے ہیں کہ گھر والوں کو اُن کا مطالبہ پورا کئے بغیر بن نہیں پڑتی بے شک یہ عادت ایسی ہے کہ ایک حد تک تو اُسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔ مگر تمام سمجھدار والدین اپنے بچے سے ان عادتوں کو دور کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔

اگر ہم ذرا تدبر اور غور کی نگاہ سے اس زمانہ کی سٹرائیک وغیرہ تحریکات پر نظر کریں تو بہت حد تک بچوں کی عاداتِ مذمومہ سے مشابہہ نظر آتی ہیں۔ اگر وہ اپنے معصوم ماحول کے باعث ناقابلِ مواخذہ قرار دی جاتی ہیں تو یہ انہیں کی بگڑی ہوئی مکروہ صورت پیش کرتی ہیں۔ کیونکہ جس طرح بچے نے اپنی بات منوانے کے لئے مچلنا شروع کیا تھا۔ اور اپنے کھلونے ادھر اُدھر پھینک دیئے تھے۔ ہڑتالی لوگ بھی اپنے مطالبات منوانے کے لئے دفاتر کے سامنے اُودھم مچاتے اور ان پر خشت باری کرتے اور دروازوں اور کھڑکیوں کے شیشے توڑتے ہیں۔ اور جس طرح بچے کے والدین کچھ تو اُس کے چیخنے چلانے سے متاثر ہو کر اور کچھ ویسے ہی اس پر رحم کی خاطر مطلوبہ چیز دے دیتے ہیں اسی طرح متعلقہ افسران و افراد بھی اس انبوہ سے خائف ہو کر اپنے ہتھیار پھینک دیتے ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ اس طریق سے تحریکات چلانے والوں کو کامیابی حاصل ہو جائے۔ مگر جب اس بات کو ذرا وسعت دی جائے اور اس کے ہولناک نتائج پر نظر کی جائے۔ تو یہی تحریکات ملک و قوم کے لئے مہلک امراض کے ایسے خطرناک جراثیم ثابت ہوتی ہیں۔ جو افراد کے دماغوں میں ترقی پاتے پاتے وبالِ جان بن سکتے ہیں۔

چند ماہ ہوئے کہ ہندپارلیمنٹ میں اس بات کا انکشاف کیا گیا کہ "صنعتی جھگڑوں اور ہڑتالوں وغیرہ کے نتیجے میں سال رواں کے صرف پہلے چھ ماہ میں ۳۳۳۵۴۷ (تینتیس لاکھ تینتیس ہزار پانچ سو سنتالیس) کام کے دن ضائع ہوئے" اور یہ سلسلہ برابر چل رہا ہے۔ اور ان کا بازار گرم ہے۔ اگر آج ایک جگہ ہے تو کل دوسری جگہ اب ان اعداد و شمار پر ہی غور کرو اور دیکھو کہ ملک کا اتنا بڑا صنعتی اور اقتصادی نقصان محض اس غلط روش کا کرشمہ ہے۔ جس کے ہولناک نتائج پر ہڑتالیوں یا سیاسی رہنماؤں نے کبھی سنجیدگی سے غور نہیں کیا

اس جگہ اس بات کو واضح کر دینا ضروری ہے کہ اس بیان سے ہمارا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ عوام میں بیداری کی روح پیدا نہ ہو یا اُن کے احساسات کو کچلا جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں ملک کی باگ ڈور ہے یا جو کسی ادارہ کے کرتا دھرتا ہیں اُن کا فرض ہے کہ اپنے ماتحتوں کے لئے ایسے مواقع آنے ہی نہ دیں کہ اُن کو اپنے مطالبات کے لئے کسی ایجی ٹیشن کی ضرورت پیش آئے۔ بلکہ افسر کی قابلیت یہی ہے کہ اُس کے ماتحت خوش رہیں اور مخدوم کی عزت اس میں ہے کہ اُس کا خادم اُس سے مطمئن ہو۔

پس جہاں ہم حکام و افسران کو اپنے فرائضِ منصبی کی بجا آوری کی طرف توجہ دلاتے ہیں وہاں ہم ایسی تحریکات کے ضرر رساں پہلوؤں کو اُجاگر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ تا جہاں افسران اپنے دائرہ عمل میں عوام کے لئے سہولیات کا سامان کریں وہاں عوام بھی ملک و قوم کی طاقت کو رائیگاں جانے سے بچانے کی کوشش کریں۔

اس بات سے کسی عقلمند انسان کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ملک کا نظم و ضبط برقرار رکھنے اور اُسے ترقی کی شاہراہ پر چلانے کے لئے افراد میں اطاعت و فرمانبرداری کی روح کا پایا جانا ازبس ضروری ہے۔ کوئی فوج کامیاب نہیں ہو سکتی جس کا ڈسپلن اطاعت گزاری کے سنہری اصول پر مبنی نہ ہو۔ آخر ہزاروں اور کروڑوں اشخاص کا ایک ملک میں مل کر رہنا اس بات کا متقاضی ہے کہ ایک حصہ حکم دینے والا ہو تو دوسرا اُس حکم کی تعمیل کرنے والا ہو۔ مگر ایسی تحریکات تو صریح نافرمانی کی روح پیدا کرتی ہیں۔ نہ صرف زمانہ حاضرہ کے نوجوانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ بلکہ نئے پود کے لئے بھی مہلک جراثیم کا بیج بوتی ہیں۔ کیونکہ آج جو بچہ ہے۔ وہ کل کو یقیناً جوان ہونے والا ہے۔ اور قوم کا مستقبل اُسی پر منحصر ہے۔ لیکن جب چاروں طرف سے اُس کے کان میں اس قسم کی تحریکات کی آواز پڑتی ہے تو یہ بات اُس کے دماغ میں نقش ہوتی چلی جاتی ہے۔ جب روزمرہ وہ سنتا ہے کہ فلاں ہڑتال کے نتیجہ میں ہڑتالیوں کے فلاں فلاں مطالبات پورے ہوئے تو وہ خوب سمجھ لیتا ہے کہ اپنی بات منوانے کے لئے آسان اور کامیاب بلکہ چھوٹا ذریعہ یہی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے گھر ہی میں اُس کا تجربہ شروع کر دیتا ہے۔ وہ ماں باپ بہن بھائیوں کی نافرمانی کرتا اور اپنی ضد پر اڑا رہتا ہے۔ اور بڑے ہو کر ماحول کو اسی روح کے سازگار پاتا ہے۔ تو وہ پکا نافرمان اور ڈسپلن کی پرواہ نہ کرنے والا بن جاتا ہے۔

آخر آجکل والدین اور سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ کیوں شکایت کرتے ہیں کہ بچے کہنا نہیں مانتے! دیا ہوا سبق پوری پابندی سے یاد نہیں کرتے! اپنے مطالبات کے لئے کالج آنا بند کر دیتے ہیں!! پروفیسروں کی گستاخی کرتے ہیں!! وغیرہ وغیرہ۔

اس کی تمام تر وجہ ہمارے اپنے پیدا کردہ حالات ہیں۔ جب ہم نے اپنے ملک میں ہڑتالیوں کے مطالبات منوانے میں مدد دی (خواہ اپنے قانون میں سقم کے نتیجہ میں یا براہ راست اُن کی مدد کر کے) اور اُن کو صحیح لائن پر لانے کی کوشش نہ کی۔ جب ہم نے بڑوں کی نازیبائیوں کو برداشت کیا اور اصلاح کی کوشش نہ کی جب اُن کے اُودھم مچانے سے خائف ہو کر انہیں مراعات دے دیں تو یہی سبق غیر شعوری طور پر ہمارے بچوں نے بھی سیکھ لیا۔ اور آج اس کے مکروہ نتائج ہمارے سامنے ہیں!!

بے شک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جب کارخانہ دار مزدوروں کے حقوق ادا نہ کرے اُن کی مزدوری پوری نہ دے اُن سے محنت تو زیادہ لے مگر سہولیات بہم نہ پہنچائے۔ افسر اپنے ماتحتوں کا خیال نہ رکھے اور اُن کی ضروریات کو نظر انداز کر دے تو عوام اگر سٹرائیک نہ کریں تو اور کیا کریں؟

مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ اپنے اپنے دائرہ عمل سے تجاوز کر جانے کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم اپنے فرائض کو ادا کرنا سیکھ لیں اور اپنے حقوق کا مطالبہ چھوڑ دیں تو ان تحریکات کی میدان ضرورت پیش نہیں آتی۔ اگر ہم اپنے بنی نوع کے آرام اور اُس کے احساسات کا لحاظ کریں اور ملکی مفاد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں تو سٹرائیک وغیرہ کی نوبت ہی نہیں آتی۔

اسلام کا پاکیزہ مذہب ہمیں اسی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ کہ ہر بالادست کا فرض ہے کہ اپنے ماتحت کے حقوق کا خیال رکھے۔ اگر وہ ان کی بجاآوری میں لاپرواہی کرتا ہے۔ تو وہ مجرم ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ ماتحتوں کو یہ بھی تاکید کرتا ہے۔ کہ تم نے ہر حالت میں اطاعت کی رسی کو نہیں چھوڑنا اور اپنے فرائض کی ادائیگی سے کبھی منہ نہیں موڑنا کیونکہ اس سے قومی اور ملی مفاد کو نقصان پہنچتا ہے۔ (باقی)

اُردو میں تازہ شائع شدہ لٹریچر

۱۔ اسلام کا شیریں پھل حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اپنی تحریرات سے اقتباس جس کا مطالعہ اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر محکم یقین پیدا کرتا ہے۔ اور ہدایت کی راہ دکھلاتا ہے۔

۲۔ حقیقی اسلام۔ مختصر مگر جامع طور پر احمدیت کے عقائد کو بیان کیا گیا ہے اور اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ مخالفین کی طرف سے جو غلط فہمیاں عوام میں پھیلائی جا رہی ہیں سراسر غلط ہیں بلکہ احمدیت کی تعلیم ہی اصل اسلام کی آئینہ دار ہے

۳۔ مسئلہ حیات و ممات مسیح عدل و انصاف کے ترازو میں۔ اس مختصر کتابچہ میں یہود یوں، مسیحیوں، عام مسلمانوں کے نظریات پیش کر کے جماعت احمدیہ کے نظریہ کا موازنہ کیا گیا ہے کہ عند العقل یہی نظریہ درست ہے۔ اور اس کی تائید میں قرآنیہ اور شواہد تاریخیہ حوالے دیئے ہیں۔

۴۔ تحریکِ احمدیت۔ اس میں بعض غیر متعصب محققین کی آراء درج کی گئی ہیں جن کا مطالعہ اس آسمانی تحریک سے واقفیت بڑھانے میں مد ہو سکتی ہے۔ دیہہ وغیرہ [illegible]

گذشتہ ماؤں کے بیٹے

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم خلف حضرت مسیح موعود [علیہ الصلوٰۃ] والسلام زبان اردو کے مایہ ناز ادیبوں میں سے تھے۔ ہندوستان کے بہت سے ادبی رسالے آپ کے مضامین سے مزین ہوتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد پنجاب کے ایک معیاری ادبی رسالہ میں آپ کے ادبی پایہ کے متعلق ایک مبسوط مضمون بھی شائع ہوا تھا۔ ذیل میں رسالہ مخزن لاہور بابت دسمبر ۱۹۱۹ء سے آپ کا ایک مضمون ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ وہاں فہرست مضامین میں آپ کا نام "[خان] بہادر مرزا سلطان احمد صاحب افسر مال" مرقوم ہے۔ (ملک صلاح الدین ایم۔ اے۔ قادیان)

جب ہم یہ سنتے ہیں کہ پچھلے زمانوں کے لوگ یا والدین نسوانی تعلیم کی ضرورت سے اصولی رنگ میں انکاری تھے تو ہمیں حیرت ہوتی ہے۔ کیونکہ جب ہم ایک طرف یہ قول بھی سنتے ہیں۔ کہ "طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ" تو ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ نسوانی تعلیم بھی ایسی ہی ضروری خیال کی گئی تھی جیسے ذکوری تعلیم دونوں کی تعلیم ایک ہی لفظ فریضہ سے ضروری قرار دی گئی ہے۔ یہ جدا بات ہے کہ بعض یا اکثر لوگ اپنے اپنے نقطۂ خیال سے نسوانی تعلیم کو خاص قواعد اور قیود کے تحت زیادہ ترپسند کرتے ہوں یا صرف چند اسباق پر ہی ختم کر دیتے ہوں۔ مسلمانوں اور ہندوؤں میں پچھلے زمانہ میں بھی شریف زادیاں کچھ نہ کچھ تعلیم یافتہ ہوتی تھیں۔ اور ہر زمانہ میں ان کا نشان مل سکتا ہے۔ گو ایسی شریف زادیاں ڈپلومے اور ڈگریاں نہ رکھتی ہوں۔ مگر دیگر ضروریات اخلاقی اور خانگی کے واسطے ان کی تعلیم کامل اور پوری ہوتی تھی اور ان کی ایسی تعلیم کا یہ اثر ہوتا تھا کہ انہیں اپنے خاندان۔ اپنے کنبہ اپنی قوم اور اپنی روش اور غیرت کا زیادہ تر خیال ہوتا تھا۔ اور ان کی کوشش ہمیشہ یہ ہوتی تھی کہ اُن کی اولاد لڑکے اور لڑکیاں اُن اوصاف سے متصف ہوں جو انسان کو انسان بناتے ہیں اور اُن کے اخلاق ایسے برتر اور اعلےٰ ہوں کہ کوئی حرف گیر نہ ہو سکے۔ گذشتہ ماؤں اور گذشتہ مستورات میں جو خودداری۔ خودفہمی۔ خودضبطی اور بردباری تھی وہ ان کی خانگی تعلیم اور تربیت کا نمونہ ہوتا تھا۔ حفظ نفس اور حفظ آبرو اس تعلیم کا خاصہ اور پہلا سبق تھا۔ یہ وہ باتیں تھیں۔ جو نسوانی تعلیم کا گویا نچوڑ ہیں۔ ایک عزت زدہ ماں اور ایک مفلوک الحال بہن کا باوجود صدہا قسم کی تحریکات کے خود کو عزت اور آبرو پر ثابت قدم رکھنا تھوڑی بات نہیں۔ بھیڑ بکریوں کی طرح اپنی ہستی کو نہ گرانا اور اپنی شان کو ہاتھ سے نہ دینا وہ بات وہ ہمت اور وہ حوصلہ مندی ہے جو بیسیوں ڈگریوں پر مقدم اور فائق ہے۔

جس قوم اور جس قوم کی عورتوں میں خودداری کا مادہ نہیں ہے۔ وہ قوم ترقیات کے اس درجہ سے محروم ہے۔ جو دیگر درجوں سے اعلیٰ اور ضروری ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ نسوانی تعلیم کے سوائے قوم کی ترقی نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ نہیں کہتے کہ عورتوں کی خودداری اور حفظ نفس یا اعتماد نفس کے سوائے کوئی قوم خود کو ترقی یافتہ نہیں کہہ سکتی جس قوم کی عورتوں میں یہ صفات نہ ہوں وہ باوجود مردوں کی ترقی کے بھی ترقی کا منصب نہیں رکھتی۔

آزاد خیالی کی اس زمانہ میں ہر طرف منادی کی جاتی ہے۔ اور اس پر خصوصیت سے زور دیا جاتا ہے لیکن اس سے بوجہ عدم خودداری کے جو نقص اور جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا موازنہ کرنے میں ہمیشہ غلطی کی جاتی ہے۔ محض فیشن کی خاطر ان قیمتی اور وزنی اوصاف کو رفتہ رفتہ جواب دینا وہ غلطی ہے جو قومی عظمت اور وقعت کو خاک میں ملائے دیتی ہے۔ صرف اس عورت کو تعلیم یافتہ سمجھنا جو دوسروں سے انٹرڈیوس کرنے میں کتنی دلیر ہو یا جو سیر و سیاحت کی شائق ہو ایک جلد بازی ہے۔ یہ اوصاف محض نمائشی اور عارضی خوش کن ہیں۔ ان اوصاف کے مقابلہ میں گویہ اکیلے رہ کر خودداری کو ہاتھ سے نہ دینا ایک زبردست روش ہے۔

اگر یورپ میں عورت کی عزت کا یہ ثبوت ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے ہاتھ ملاتی پھرے تو ایشیا میں عورت کی شرافت کا یہ معیار ہے کہ وہ غیر مرد پر نظر بھی نہ ڈالے۔ کیونکہ اس کی تقدیس ایسی اجازت نہیں دیتی غور کرنے سے یہ ایشیائی طریقہ زیادہ تر موجب عزت ثابت ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ پچھلی مائیں جاہل تھیں تعلیم اور تربیت یافتہ نہ تھیں۔ یا یہ کہ مطابق موجودہ زمانہ کے ان کی تعلیم اور تربیت نہیں تھی۔ ہاں اس زمانہ میں ایسی ڈگریاں نہ تھیں۔ وہ موجودہ زمانہ کی تربیت اور تعلیم سے زیادہ محفوظ اور مامون تھیں سمجھ لو کہ ہندوستان میں مغربی تعلیم اور مغربی تربیت کی داغ بیل سو سال سے پڑی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اس سو سال میں جدید داغ بیل کی بدولت کتنے نامور لڑکے پیدا ہوئے اور عملی میدان میں اترے اور ان جاہل ماؤں کے سپوت کیسی زندگی بسر کر گئے۔

ہم گذشتہ ماؤں کو جاہل کہتے ہیں ان کی بے عزتی کرتے ہیں۔ وہ جاہلہ نہ تھیں وہ تربیت یافتہ تھیں۔ گو ان میں نمائشی جوش نہ تھا۔ اور نہ موجودہ رنگ۔ ہم چند نام ذکر کرتے ہیں کہ ان گذشتہ ماؤں کے سپوت کیا کچھ تھے۔ اور ان کی بدولت ہندوستان میں کیا تحریکات ہوئیں اور ان کی مساعی اس وقت کیا کچھ رنگ لا رہی ہیں۔ (مسلمانوں میں) (۱) سر سید احمد (۲) مولانا شبلی۔ (۳) مولوی چراغ علی (۴) نواب محسن الملک (۵) مولانا حالی (۶) مولوی نذیر احمد (۷) مولوی ذکاء اللہ (۸) حضرت اکبر الہ آبادی (۹) ڈاکٹر محمد اقبال لاہوری (۱۰) مولوی شاہ دین (۱۱) میاں محمد شفیع (۱۲) مولوی عبد الرحیم (۱۳) سر آغا خان (۱۴) سر ابراہیم (۱۵) مسٹر جناح۔

(ہندوؤں میں)

(۱۶) کیشب چندر سین (۱۷) راجہ رام موہن رائے (۱۸) گوکھلے (۱۹) نوروجی (پارسی) (۲۰) سر شنکر نائر۔

یہ وہ نامور اور ممتاز شخصیتیں ہیں جن کی بدولت اس وقت مختلف صورتوں میں ہندوستان مختلف قسم کی علمی اور ہمدردی سے مستفیض ہو رہا ہے۔ اور جن کی عمریں قومی ہمدردی اور قومی کاموں میں ہی گذر گئیں۔ ان کے سوائے اور بھی صدہا لوگ ایسے ہیں کہ جوان خوددار ماؤں کے سپوت ہیں جو کسی کالج اور کسی مدرسہ کی تعلیم یافتہ نہ تھیں نہ تو انہیں جغرافیہ اور ریاضی میں ملکہ تھا اور نہ وہ دنیا کے مختلف ناولوں سے آشنا تھیں۔ نہ ہارمونیم بجاتی تھیں اور نہ تھیٹروں میں جاتی تھیں نہ رات دن سیر میں رہتی تھیں اور نہ اخبارات سے آشنا تھیں۔ ان کی خودداری اور اعتماد نفس کا یہ نتیجہ تھا کہ ان کی گودوں میں پرورش پا کر ایسے لوگ ملک اور قوم کے سچے جاں نثار اور خدمت گزار اپنے اپنے وقت میں ہوتے گئے۔ جن ماؤں کو اور جن کی تعلیم اور تربیت کو بدنام کیا جاتا ہے اور جنہیں ان کی ذریات جاہل ماؤں سے مخاطب کرتی ہے۔

اب دیکھنا یہ چاہیئے کہ نئی ماؤں کی نسلیں جو تعلیم یافتہ ہیں۔ اور جنہیں ڈگریاں اور ڈپلومے بھی حاصل ہیں ان کی ذریات اور اولاد کہاں تک قابل ثابت ہوتی ہے۔ بے شک وہ ڈگریاں حاصل کریں گی انہیں ڈپلومے حاصل ہوں گے۔ ان کی طبائع میں ایک قسم کی آزادی اور کشادہ دلی بھی ہو گی۔ مگر جب تک ان میں قومی خودداری نہ ہو گی۔ اس وقت تک ان کا عدم وجود برابر ہو گا اور ان کی اولاد اور ذریات پہلی نسلوں سے کوئی نسبت نہ رکھے گی۔

ہم تعلیم کے مخالف نہیں۔ جب ہم بقول "طلب العلم" الخ کے نسوانی تعلیم کے حامی ہیں اور اسے بھی مردوں کی طرح لازمی قرار دیتے ہیں تو مخالف کیونکر ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہم اس بات کے متمنی ہیں کہ ایسی تعلیم نہ ہو جس میں عورتوں کی خودداری۔ حفظ نفس اور اعتماد نفس کا خون ہو جائے ہم نمائشی تعلیم اور تربیت کے خلاف ہیں ہم وہ تعلیم پسند کرتے ہیں جس میں خودداری اعتماد نفس یا حفظ نفس ہو اور جو اس آزادی سے کہیں دور ہو جیسے اس زمانہ میں عورتیں محض فیشن کے اعتبار سے اختیار کرتی ہیں۔

عورت کا زیور کیا ہے:۔

(۱) قومی غیرت۔ (۲) خودداری۔ (۳) حفظ نفس (۴) اعتماد نفس (۵) ضبط نفس جس عورت میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ ڈگری حاصل کرنے کے بعد تعلیم یافتہ نہیں کہی جا سکتی۔

یورپ کی تقلید بے شک کچھ دنوں کے واسطے خوش آیند ہے۔ لیکن بعد میں رفتہ رفتہ پتہ لگ جاتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ خود یورپ کے دور بین لوگ اب اسی اندھا دھند آزادی سے گھبرا گئے ہیں اور ان کی تکلیفات بھی اسی وجہ سے بڑھ رہی ہیں۔

تعلیم کا بڑا دعا [کذا] اخیار ہے۔ کیا وہ اس نمائشی تعلیم میں پایا جاتا ہے۔ جب بہت سے مرد بھی اس جوہر سے عاری ہیں تو یہ صنف نازک اس کا تہیہ کر سکتی ہے؟ موجودہ روش روز بروز مستورات کی خودداری اور ضبط نفس کو ایک خطرہ میں ڈال رہی ہے۔ اور دونوں قوموں ہندو اور مسلمانوں میں ان گھرانوں کے اندر یہ وبا پھیلتی جاتی ہے۔ جو اب تک اعتماد قومی اور اعتماد نفس میں خاص شہرت اور نام رکھتے تھے۔

وقت کہہ رہا ہے کہ میں ہاتھ سے نکلا جا رہا ہوں۔ مشرق کی سرمایۂ ناز عورت تباہ ہو رہی ہے۔ چراغ شرافت مشرق ٹمٹما رہا ہے۔ (سلطان احمد)

اچھی مائیں

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کا گرانقدر مضمون بعنوان بالا بوجہ عدم گنجائش اس پرچہ میں نہیں آسکا۔ اگلے پرچہ میں ملاحظہ فرمائیں (ادارہ)

معلومات:-

ہندوستانی سلسلۂ تار کی خاص خاص باتیں

یکم نومبر کو محکمہ تار کی صد سالہ سالگرہ منائی گئی امید ہے کہ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل معلومات مفید ہوں گی:۔

۱۔ ہندوستانی محکمہ تار کے پاس چار لاکھ میل سے زیادہ لمبے لوہے، تانبے اور پیتل کے تار ہیں۔ جو اندازاً زمین کے استوائی محیط کا بیس گنا ہے۔ اور دو لاکھ پینتالیس ہزار میل کے لگ بھگ روربار کا تار ہے جو استوائی محیط کا قریباً دس گنا ہے۔

۲۔ تار سے متعلقہ ساز و سامان کے لحاظ سے ہندوستانی محکمہ تار دنیا بھر میں سب سے بڑا ہے۔ ہندوستانی ٹیلیگراف دنیا بھر میں رفاہ عام کا قدیم ترین سرکاری ادارہ ہے۔

۳۔ ہندوستانی محکمہ ڈاک و تار ہندوستان میں دوسرا بڑا قومی ادارہ ہے۔ اس میں دو لاکھ کئی ہزار آدمی مع ایک ہزار گزیٹڈ افسروں کے کام کرتے ہیں۔

۴۔ ہندوستان میں بالائے دریا تار کی لمبائی کے لحاظ سے دنیا میں تیسرے درجہ پر ہے۔

۵۔ ہندوستانی ٹیلی گراف کی اندرون ملک آمد و رفت دنیا میں چھٹے درجہ پر ہے۔ اور صرف امریکہ جاپان۔ برطانیہ۔ آسٹریلیا اور اٹلی سے کم ہے لیکن کارکردگی میں صرف امریکہ ہی سے کم ہے۔

۶۔ ہندوستانی محکمہ تار نے نتھا ٹنگ کے مقام پر دنیا بھر میں سب سے اونچا تار گھر قائم کر رکھا ہے۔ جو سطح سمندر سے ۱۳۵۰۰ فٹ کی بلندی پر ہے۔ یہ تار گھر ۱۸۸۶ء میں سکم کی مہم کے سلسلہ میں تعمیر کیا گیا تھا۔

۷۔ ہندوستانی ٹیلی گراف کی ایک لائن سکم میں کھمباجی کے مقام پر ہے۔ جو دنیا بھر میں سب سے اونچی ہے اور سطح سمندر ۱۷۵۰۰ فٹ کی بلندی پر ہے۔

۸۔ ہندوستان میں بالائے دریا تار کی لمبائی دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ اجیاواڑہ کے ۵۰۰۰ فٹ جنوب میں دریائے کشنا کے دو رویہ پہاڑیاں کھمبوں کا کام دیتی ہیں، کوسی کے مقام پر ہند کھاڑی کو عبور کرنے کے لئے کیچڑ میں درون آب ۸۵ سے ۱۱۰ فٹ گہرے چوبی کھمبے نصب کئے گئے تھے۔

۹۔ ہندوستانی محکمہ تار نے ۱۸۸۴ء میں یعنی برطانیہ سے پانچ سال پیشتر منی آرڈروں پر تار جاری کیا تھا۔

۱۰۔ ہندوستانی ٹیلیگراف نے اکتوبر ۱۹۰۲ء میں انڈیمان میں ڈائمنڈ ہاربا اور پورٹ بلیئر کے درمیان نیا ریڈیائی سرکٹ جاری کیا جو دنیا بھر میں اس طرح کی پہلی سروس تھی پبلک قیمتاً استعمال میں لا سکتی ہے۔

(الجمعیت)

نظارت دعوت و تبلیغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے تازہ شائع شدہ لٹریچر!

احباب کی آگاہی کیلئے ذیل میں تازہ شائع شدہ لٹریچر کی فہرست دی جاتی ہے۔ حسب الحال خند العزدت مرکزی دفتر سے طلب فرمائیں۔

انگریزی میں:-

۱۔ سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشتمل بر ۳۲ صفحات عمدہ کاغذ پر بہترین ٹائپ سے طباعت کرائی گئی ہے قیمت فی نسخہ عہ تبلیغی مقاصد کیلئے خاص رعایت بھی کی جا سکتی ہے

۲۔ سیرت حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ ۳۰ صفحات کا مختصر ٹریکٹ جسمیں نہایت مختصر طور پر حضور کی سیرت و تعلیم کو پیش کیا گیا ہے میدان تبلیغ میں ایک عمدہ ذریعہ ہے۔

۳۔ امن کے شہزادے کا آخری پیغام۔ اس میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اس امن و صلح کے پیغام کو پیش کیا گیا ہے جو ملک ہند میں مختلف اقوام کو متحد و متفق ہو کر رہنے کے بارہ میں آپ نے ۱۹۰۸ء میں دیا حجم دس صفحات

۴۔ پیغام احمدیت۔ جس میں نہایت سادہ مگر ایسی احمدیت کے عقائد اور دیگر معلومات پر مختصر مگر جامع طریق پر بحث کی گئی ہے۔ حجم ۳۲ صفحات۔

۵۔ میرا مذہب۔ پاکٹ سائز پر نہایت دیدہ زیب صورت میں جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کا یہ نادر مضمون طبع کرایا گیا ہے۔ جماعت احمدیہ کے بارہ میں بہت سی غلط فہمیوں کو دور کرتا ہے، ۱۶ صفحات خورد۔

۶۔ تحریک احمدیت۔ جماعت کی تعلیم اس کی مذہبی جدوجہد بین الاقوامی حیثیت اور حکومت وقت کے بارہ میں اس کے عقائد وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ حجم ۲۸ صفحات۔

۷۔ اسلام بمقابلہ کمیونزم۔ نہایت فاضلانہ طریق پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کا لکھا ہوا مضمون امریکن مشن نے انگریزی میں شائع کیا جس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے نظر ثانی فرمائی اور اب بفضلہ تعالیٰ عمدہ کاغذ پر اعلیٰ ٹائپ سے شائع ہوا ہے۔ اس کا مطالعہ کمیونزم کی بڑھتی ہوئی تو دیہ کو اسلام کے اعلیٰ اصولوں سے مقابلہ کرنے میں مفید ہو سکتا ہے۔ حجم ۲۶ صفحات

ہندی اور گورمکھی میں:-

۱۔ بھگتی رہس۔ نماز اور اس کا فلسفہ جامع رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ ۲۔ دی سمار اکرشن۔ حضرت کرشن علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے بارہ میں پیشگوئی کا ذکر۔

۳۔ وڈالے دا گورو۔ جس میں حضرت بابا نانکؒ کی پیشگوئی کا ذکر کیا گیا! در مختصر طور پر ٹریکٹ سے ثابت کیا گیا ہے کہ اس زمانہ کا گورو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ہی ہے جو تمام بزرگوں کی لائی ہوئی تعلیم پیش کرتے ہیں:۔

پتہ مطلوب ہے

نظارت بیت المال کو مندرجہ ذیل احباب کا پتہ مطلوب ہے (۱) مکرم سید منور علی صاحب انچارج ڈسٹرکٹ ہاسپٹل (۲) مکرم محمد حالی صاحب ٹیلر ماسٹر۔ موضع و ڈاکخانہ سورون ضلع ایٹہ (یو۔ پی) اگر یہ احباب خود یہ اعلان پڑھیں یا ان کے کسی عزیز یا واقف کار دوست کی نظر سے یہ اعلان گذرے تو ان کے مکمل پتہ سے نظارت ہذا کو مطلع کرکے ممنون فرمادیں۔ (ناظر بیت المال قادیان)

درخواستہائے دعا

۱۔ میرا چھوٹا بھائی عزیز منیر احمد ایک ہفتہ سے بیمار ہے۔ ڈاکٹر صاحب زیر علاج ہیں تمام احباب جماعت خصوصاً صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام و درویشان قادیان کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ وہ عزیزم موصوف کی صحت کاملہ و عمر درازی کیلئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(عنایت اللہ نسیم از بنگلور)

۲۔ عاجز کو ملازمت کے لئے ایک امتحان دینے کا حکم ملا ہے۔ امتحان نومبر کے تیسرے ہفتہ میں ہو رہا ہے۔ کامیابی خطرہ ہے۔ ورنہ ملازمت سے دست برداری لازمی۔ وقت تیاری بہت قلیل اور امتحان سخت۔ تیاری عاجز نے شروع کر رکھی ہے بڑی گھبراہٹ ہے۔ کیونکہ عرصہ سے عاجز پڑھائی چھوڑ چکا ہے۔ توکل بخدا ہوتے ہوئے عاجز امتحان میں شامل ہو رہا ہے۔ احباب جماعت سے خصوصاً اور بزرگان سلسلہ و درویشان قادیان سے خصوصاً عرض ہے کہ بندہ کی خاطر خواہ کامیابی کیلئے دعا فرمائیں۔ والسلام خاکسار طالب دعا۔ سید عبد القیوم احمدی ٹھٹھروی۔ ۳۔ خاکسار کے بھائی سید احسن علی صاحب سخت بیمار ہیں صحت کاملہ و عاجلہ کیلئے تمام احباب جماعت دعائیں جاری رکھیں۔ خاکسار سید شجاعت علی از قادیان)

نہایت ضروری اعلان

نظارت بیت المال قادیان میں اس قسم کی اطلاعات پہنچتی رہتی ہیں کہ جماعتوں میں مقیم مبلغین دورہ کرنے والے انسپکٹران بیت المال یا مرکزی کارکنان جماعتوں میں چندہ کی رقوم اپنی ضروریات کے لئے حاصل کر لیتے ہیں۔ اور مرکز میں لکھ دیتے ہیں کہ اس قدر رقم میری تنخواہ یا سفر خرچ سے وضع کر کے جماعت کے چندہ جات میں جمع کر لی جائے۔ یہ طریق قواعد کے خلاف ہے۔ اور عموماً وصولی چندہ جات کے حساب میں بلاوجہ تاخیر اور پیچیدگی پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔

لہٰذا جملہ جماعتوں کے عہدیداران مال کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ وہ آئندہ کسی کارکن کو بلا تحریری اجازت نظارت ہذا چندہ جات کے حساب میں سے کوئی رقم ادا نہ کیا کریں اس ہدایت کی خلاف ورزی کرنے والے عہدہ دار اور کارکنان انجمن کے مال کا ناجائز تصرف کرنے والے تصور کئے جائیں گے۔ (ناظر بیت المال قادیان)

جماعت ہائے احمدیہ جنوبی ہند کی توجہ کے لئے

جملہ جماعت ہائے احمدیہ علاقہ بمبئی۔ مالابار۔ مدراس۔ ریاست حیدرآباد اور اڑیسہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ اس علاقہ میں منشی عبد الرحیم صاحب ثانی کو بطور انسپکٹر بیت المال بھجوایا جا رہا ہے۔ منشی صاحب موصوف ۲ر نومبر ۱۹۵۲ء کو یہاں سے بمبئی کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ اور مندرجہ بالا ترتیب کے مطابق دورہ کریں گے۔ امید ہے کہ جملہ جماعتوں کے عہدیداران مال ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کرکے ان کے دورہ کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے میں ممد ثابت ہوں گے۔

(ناظر بیت المال قادیان)

سرکاری اطلاعات

(از محکمہ تعلقات عامہ۔ پنجاب)

چنڈی گڑھ۔ سکھ پبلک کی عام اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سکھ گوردوارہ ایکٹ ۱۹۲۵ء کے ماتحت گوردواروں سے متعلق انتخابی فہرستوں پر ووٹروں کی رجسٹریشن کے لئے آخری تاریخ میں جو ۲۲ر اکتوبر مقرر کی گئی تھی۔ ۱۰ر نومبر ۱۹۵۳ء تک توسیع کر دی گئی ہے ووٹروں کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے نام موزوں افسران کے پاس گوردواروں سے متعلق فہرستوں پر موخرالذکر تاریخ تک رجسٹر کرا لیں۔ تاریخ مذکور میں مزید کوئی توسیع نہیں کی جائیگی ووٹروں کے طور پر ناموں کی رجسٹریشن سے متعلق طریق کار کے بارے میں مکمل تفصیلات اس سے پیشتر جاری کردہ پریس نوٹوں میں دی جا چکی ہیں۔ تاہم اس سلسلہ میں مطلوبہ کسی مزید اطلاع کے لئے لوکل الیکشن نائب تحصیلدار، متعلقہ سیکرٹری لوکل باڈی یا پٹواری سے گفت و شنید کی جا سکتی ہے۔

چنڈی گڑھ مورخہ ۲۳ر اکتوبر ۱۹۵۳ء نمبر بی۔ آر: ۵۳/۱۰۴۴

چودھری سندر سنگھ لیبر منسٹر پنجاب نے اخبارات کے نام مندرجہ ذیل بیان جاری کیا ہے:-

"میری توجہ بعض اخبارات میں شائع شدہ ایسی خبروں کی طرف دلائی گئی ہے جن میں یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اگر مرکزی حکومت نے ایک مورچہ کی دھمکی کے ماتحت اکالی مطالبہ کو مان لینے کی رضامندی ظاہر کی تو میں غیر معینہ عرصہ کے لئے بھوک ہڑتال کر دوں گا۔ خبروں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ میں نے پنجاب کی وزارت کے متعلق یہ شکائت کی ہے کہ چیف منسٹر نے پسماندہ جاتیوں کے متعلق فیصلہ کے بارے میں مجھ سے مشورہ نہیں کیا یہ خبریں بالکل بے بنیاد اور گمراہ کُن ہیں اور میرا ان بیانات سے کوئی واسطہ نہیں"۔

چنڈی گڑھ مورخہ ۲۳ر اکتوبر ۱۹۵۳ء۔

چنڈی گڑھ۔ ستمبر ۱۹۵۳ء کے دوران میں ہوشیارپور فارسٹ ڈویژن کے گڑھ شنکر اور ہوشیارپور حلقوں (Ranges) میں ۴۷۶ ایکڑ رقبہ میں زمین کے تحفظ سے متعلق تدابیر اختیار کی گئیں۔ مورخہ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۵۳ء۔ نمبر بی۔ آر: ۵۳/۱۰۸۲

پنجاب میں زراعت کی توسیع سے متعلقہ کام

محکمہ زراعت پنجاب) اگست ۱۹۵۳ء کے دوران میں زراعتی توسیع کے پہلو پر بدستور مفید کام کرتا رہا۔

عرصہ مذکور کے دوران میں زراعتی عملہ نے ۴۸۲۴ دیہات کا دورہ کیا اور ۱۴۵۱ جلسے منعقد کئے۔ انہوں نے کاشتکاروں کی بہبودی کے لئے ۲۶۰۱ لیکچر دیئے اور ۹۰۰ عملی تجربات دکھائے۔ مزید برآں انہوں نے ۲۷ ماڈل فارم آرگنائز کئے اور ۴۳ تجرباتی پلاٹوں میں تخم ریزی کی۔ ۹۹۵۷۷ ایکڑ رقبہ کو فصل گداس پھوس سے صاف بھی کیا گیا۔

چنڈی گڑھ مورخہ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۵۳ء۔ نمبر بی۔ آر: ۵۳/۱۰۸۷

سونی پت کمیونٹی پراجیکٹ پر کام کی رفتار ترقی

سونی پت پراجیکٹ کے رقبہ میں کمیونٹی پراجیکٹ سکیم بدستور تسلی بخش طور پر ترقی کر رہی ہے، ستمبر ۱۹۵۳ء کے دوران میں ۲۶۲ من بہتر کوالٹی کا بیج اور ۲۷ من کیمیاوی کھادیں کسانوں میں تقسیم کی گئیں۔ جس سے اب تک تقسیم کردہ بیج اور کھادوں کی مقدار بالترتیب ۱۷۲۱ من اور ۱۹۸۶ من تک پہنچ جاتی ہے۔ رقبہ مذکور میں ۷۰ ماڈل فارم قائم کئے گئے ہیں اور کمیونٹی پراجیکٹ سے متعلقہ عملہ نے رقبہ مذکور کے ۱۵۹۱۵ اشخاص سے گفت و شنید کی ہے ۶۸۹۶۱ مویشیوں کو ٹیکے لگائے گئے۔ جن میں سے ۱۲۲۱۲ مویشیوں کو ستمبر ۱۹۵۳ء کے دوران میں ٹیکے لگائے گئے۔ عرصہ مذکور کے دوران میں افزائش نسل سے متعلق ۲۵ مرکز قائم کئے گئے۔ جس سے ایسے مرکزوں کی کل تعداد ۸۵ تک پہنچ گئی۔ علاوہ ازیں فرسٹ ایڈ سنٹروں کی طرف سے ۴۶۴ مویشیوں کا علاج وغیرہ کیا گیا۔ ماہ ستمبر کے دوران میں ۷۷۰ ایکڑ بنجر اراضی کی اصلاح کی گئی۔ جس سے اب تک اصلاح کردہ اراضی کا کل رقبہ ۱۰۱۲۳ ایکڑ تک پہنچ جاتا ہے۔ صحت اور صفائی کی ترقی کے لئے ۲۲۵۰۱۹ مربع فٹ سڑکوں اور گلیوں کی فرش بندی کی گئی۔ اور اس مقصد کے لئے ۱۵۴۳۷ روپیہ منظور کیا گیا۔ ملیریا کی روک تھام کے لئے پیلوڈرین کی ۱۰۸۲۵ ٹکیاں تقسیم کی گئیں۔ فرسٹ ایڈ کے ۵۴ سنٹر کھولے گئے ہیں۔ جن میں ۴ سنٹر وہ بھی شامل ہیں جو ماہ ستمبر میں کھولے گئے۔ اس وقت ان سنٹروں میں ۲۶۷ مریضوں کا علاج کیا جا چکا ہے۔ دیہاتیوں نے بھی صحت اور صفائی کی اغراض کے لئے ۶۸۲۲۱ روپے بطور چندہ دیئے ہیں۔

ستمبر ۱۹۵۳ء کے دوران تعلیم بالغاں کے ۲۱ سنٹر کھولے گئے جس سے رقبہ مذکور میں کھولے گئے ایسے سنٹروں میں ۱۴۰۰ بالغ اشخاص تعلیم پا رہے ہیں۔ ماہ ستمبر کے دوران میں ۱۰ اسپورٹس کلب آرگنائز کئے گئے جس سے رقبہ مذکور میں ایسے کلبوں کی کل تعداد ۱۲۱ تک پہنچ جاتی ہے۔ عرصہ مذکور کے دوران میں مزید ۱۵ تفریحی سنٹر کھولے گئے۔ جس سے ایسے سنٹروں کی کل تعداد ۵۰ تک پہنچ گئی۔

کسانوں کو کنوئیں کھودنے، سیورٹنگ سیٹ لگانے اور کنوئیں پورا کرنے کے لئے بالترتیب ۱۳۱۲۵ روپے، ۶۰۰۰ روپے اور ۹۲ روپے کے قرضے دیئے گئے۔

چنڈی گڑھ مورخہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۳ء۔ نمبر بی۔ آر۔ ۵۳/۱۱۵۹

پنجاب متعدی بیماریوں سے محفوظ ہے

ہفتہ مختتمہ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۵۳ء کے دوران میں پنجاب ہیضہ۔ چیچک۔ پلیگ اور ٹائیفس بخار سے محفوظ رہا۔ چنڈی گڑھ مورخہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۳ء۔ نمبر بی۔ آر: ۵۳/۱۱۶۲

پنجاب میں "زیادہ کپاس اگاؤ" مہم۔ محکمہ نہر کی طرف سے موصولہ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق اس سال (خریف ۵۴-۱۹۵۳ء) پنجاب میں کپاس کے زیرکاشت کل رقبہ ۵۰۱۴۵۹ ایکڑ ہے۔ اس کے بالمقابل گذشتہ سال یہ رقبہ ۴۳۳۲۶۰ ایکڑ تھا۔ گویا ۶۸۰۹۹ ایکڑ کا اضافہ ہوا۔

اکیلے امریکن کپاس کے زیرکاشت رقبہ ۲۷۶۲۳۶ ایکڑ ہے اس کے بالمقابل گذشتہ سال یہ ۲۷۸۳۲۹ ایکڑ تھا جس سے ظاہر ہے کہ ۹۷۹۰۷ ایکڑ اضافہ ہوا۔

محکمہ زراعت پنجاب نے اس سال کپاس کی اصلاح یافتہ اقسام کے ۲۹۶۱۵ من بیج تقسیم کئے اس کے بالمقابل گذشتہ سال ۲۸۴۸۴ من ایسے بیج تقسیم کئے گئے تھے۔ علاوہ ازیں کپاس کی اصلاح یافتہ اقسام کے ۱۲۵۲۵ من بیج پرائیویٹ بیوپاریوں کی طرف سے سپلائی کئے گئے۔ چنڈی گڑھ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۵۳ء نمبر بی۔ آر۔ ۵۳/۱۲۱۷۔

ستمبر ۱۹۵۳ء کے دوران میں ریاست میں "زیادہ اناج اگاؤ" مہم کے سلسلہ میں ۴۷ مرکزوں میں ۵۸۲۳۴۰ مکعب فٹ مرکب کھاد تیار کی گئی۔ اور ۶۸۸۵۰ مکعب فٹ کاشتکاروں کو فروخت کی گئی۔

کھاد کی ٹرانسپورٹ سے متعلقہ سکیم پر بھی کام جاری رہا۔ اور عرصہ مذکور کے دوران میں ۱۵۰۰ مکعب فٹ مرکب کھاد تقسیم کی گئی۔

چنڈی گڑھ۔ مورخہ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۵۳ء نمبر بی۔ آر۔ ۵۳/۱۲۰۹